پاکستان کے بنیادی قوانین

(حصہ اول)

صفحہ نمبر	فہرست
02	پاکستان کی عدالت عظمیٰ اور اس کا دائرہ اختیار
12	پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) کی ذمہ داریاں
28	پروانہ انصرام جائیداد (Letter of Administration)
30	قانونِ نکاح اور اس کی ذمہ داریاں
33	قانونِ طلاق
43	نابالغ بچوں کی حضانت اور پرورش
44	قانونِ مہر
47	قانون وارثت
57	قانونِ ہبہ
63	قانون وقف
72	قانونِ کرایہ داری

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' (حصہ اول) انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006

قومی شناختی کارڈ کی اہمیت اور حصول	77
ابتدائی اطلاعی رپورٹ (FIR) ایف آئی آر کا اندارج	80
جانشینی سرٹیفکیٹ اور اس کے حصول کا طریقہ کار	88
وفاقی محتسب کے دفتر میں شکایات درج کرنے کا طریقہ کار	91
نفقہ بیوی و اولاد	97
بچوں کی حضانت (تحویل) کا قانون و طریقہ کار	99
گاڑیوں کی رجسٹریشن کا طریقہ کار	106
جائیداد کے انتقال کا طریقہ کار	113
بچوں سے متعلق فوجداری مقدمات کی سماعت کا طریقہ کار	117
محکمانہ کاروائی سے متاثرہ سرکاری ملازمین کیلئے دادرسی کا طریقہ کار	121
متوفی کی جائیداد میں عورت کا حصہ	126

پاکستان کی عدالت عظمٰی اور اس کا دائرہ اختیار

عدالت عظمٰی (سپریم کورٹ آف پاکستان) پاکستان میں عدل و انصاف کا اعلیٰ ترین ادارہ ہے۔ جو آئین کے آرٹیکل ۱۷۶ کے تحت قائم ہوا ہے۔ سپریم کورٹ چیف جسٹس کے علاوہ ۱۶ ججوں پر مشتمل ہے۔

WWW.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006 اقبال سائبر لائبریری

دستور پاکستان کے تحت سپریم کورٹ کوتفویض کردہ اختیارات

دستور پاکستان کے تحت عدالت عظمیٰ (Supreme Court) کو مندرجہ ذیل اختیارات حاصل ہیں۔

۱۔ابتدائی سماعت کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۴) (original writ jurisdiction)

۲۔اپیل کی سماعت کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۵) (appellate jurisdiction)

۳۔ انتظامی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کا دائرہ کار (آرٹیکل ۲۱۲(۳)) (appellate jurisdiction against deccisions of the Administrative Courts and Tribunals)

۴۔مشاورتی سماعت کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۶) (advisory jurisdiction)

۵۔مقدمات کومنتقل کرنے کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۶(ا)) (power to transfer cases from one High Court to another High Court)

۶۔فیصلوں یا احکام پرنظر ثانی کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۸) (review of judgment or order by the Supreme Court)

۷۔حکم ناموں کے اجراء اورتعمیل کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۷) (issue and execution of processes of Supreme Court)

۸۔سیاسی جماعتوں کی کالعدمی کےخلاف اپیل کا اختیار (آرٹیکل ۱۷) (appeal against declaration of dissolution of political parties)

۹۔وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت کا اختیار (آرٹیکل ۲۰۳(f))

© Copyright www.nayaab.net 2006 "پاکستان کے بنیادی قوانین" (حصہ اول) انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال

۱۔ابتدائی اختیار سماعت آرٹیکل ۱۸۴ (original jurisdiction of Supreme Court)

اس آرٹیکل کی رو سے عدالت عظمیٰ کو ملک کے کسی دو صوبوں یا وفاق کی صوبے یا صوبے کی وفاق کے خلاف کسی بھی تنازعہ پر ابتدائی اختیار سماعت حاصل ہے۔ایسی صورت میں عدالت عظمیٰ استقراریہ حکم (declaratory judgment) جاری کرسکتی ہے۔

اسی آرٹیکل کی ذیلی دفعہ (۳) کے تحت آئین میں درج شدہ بنیادی حقوق کا تحفظ اور اُن کو یقینی بنانا بھی سپریم کورٹ کی ذمہ داری ہے۔اس مقصد کیلئے آئین کے تحت تفویض کردہ ایسے بنیادی حقوق جن میں مفاد عامہ (public importance) کا سوال اٹھایا گیا ہو اس میں عدالت عظمیٰ ازخود نوٹس لیتے ہوئے یا کسی درخواست پر کاروائی کرسکتی ہے اور مناسب حکم جاری کرسکتی ہے۔

(appeal against decision of Federal Shariat Court)

۱۰۔توہین عدالت ایکٹ ۱۹۷۶ء کے تحت دی گئی سزا کے خلاف اپیل (appeal in contempt cases)

۱۱۔کمپنی آرڈیننس ۱۹۸۴ء کی دفعہ ۱۰ کے تحت اپیل کی سماعت کا اختیار (appeal in respect of cases under the Companies Ordinance 1984)

© Copyright www.nayaab.net

۲۔اپیل کا اختیار سماعت آرٹیکل ۱۸۵ (appellate jurisdiction of Superme Court)

1۔ اس اختیار کے تحت عدالت ہذا کو کسی بھی عدالت عالیہ (High Court) کے صادر کردہ حتمی فیصلوں یا سزاؤں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کرنے اور ان پر فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ یہ کاروائی متاثرہ فریق یا کسی بھی شخص کی درخواست پر کی جاسکتی ہے۔

2۔ کسی بھی فیصلے، ڈگری یا احکام کے خلاف اپیل ان صورتوں میں دائر کی جاسکے گی۔

الف۔ اگر عدالت عالیہ نے اپیل پر کسی ملزم کے بری ہونے کے حکم کو بدل دیا ہو اور اسے سزائے موت یا عمر قید کی سزا دے دی ہو یا

ب۔ اگر عدالت عالیہ نے کسی ماتحت عدالت سے کوئی مقدمہ اپنے پاس منتقل کر لیا ہو اور اس مقدمہ میں ملزم کو مجرم قرار دے کر مذکورہ بالا کوئی سزا دی ہو یا

ج۔عدالت عالیہ نے کسی شخص کو توہین عدالت کے سلسلہ میں سزا سنائی ہو۔

د۔اگر مالیت مقدمہ ابتدائی عدالت میں پچاس ہزار روپے یا ایسی رقم جو کسی قانون کے ذریعہ مقرر ہو، سے کم نہ ہو اور اس ڈگری یا حتمی حکم کو عین ماتحت عدالت نے بدل دیا ہو یا منسوخ کر دیا ہو اور

و۔ اگر عدالت عالیہ اس امر کی تصدیق کر دے کہ مقدمہ میں دستور کی تعبیر کے بارے میں کوئی اہم قانونی مسئلہ درپیش ہے۔

ر۔ البتہ مندرجہ بالا تمام امور میں جہاں اپیل کا حق نہ ہو یا عدالت عالیہ (High Court) سرٹیفکیٹ نہ دے تو پھر ایسی ڈگری، حکم، سزا جس کے خلاف درج بالا ضمن میں شامل نہ ہو، کے خلاف اپیل عدالت عظمیٰ (Supreme Court) کی اجازت سے دائر کی جاسکتی ہے۔

۳۔ انتظامی عدالتوں اور ٹریبونلکے کسی فیصلے، حکم یا سزا کے خلاف اپیل آرٹیکل ۲۱۲(۳)

(appeal against decisions of Administrative Courts and Tribunals)

عدالت عظمیٰ کو مذکورہ آرٹیکل کے تحت انتظامی عدالتوں یا ٹریبونل جو آرٹیکل ۲۱۲(۳) کے تحت قائم کئے گئے ہوں، کے فیصلوں کے خلاف اپیل سننے کا اختیار دیا گیا ہے بشرطیکہ عدالت عظمیٰ اس بات سے مطمئن ہو کہ مقدمے میں مفاد عامہ سے متعلق اہم قانونی نقطے کو اٹھایا گیا ہے۔

واضح رہے کہ ملک میں آرٹیکل ۲۱۲ کے تحت وفاقی اور صوبائی سطح پر سروس ٹریبونل (Service Tribunals) قائم ہیں جس کے فیصلوں کے خلاف اسی طریقہ کار سے اپیل دائر کی جاسکتی ہے۔

۴۔ مشاورتی اختیار سماعت آرٹیکل ۱۸۶ (advisory jurisdiction)

اگر، کسی وقت، صدر مملکت مناسب خیال کرے کہ کسی قانونی مسئلے کے بارے میں جس کو وہ عوامی اہمیت (public importance) کا حامل خیال کرتا ہو، عدالت عظمیٰ کی رائے حاصل کی جائے تو اس مسئلے کو عدالت عظمیٰ کے غور کیلئے بھیج سکتا ہے۔ قانونی اصطلاح میں اسے ریفرنس (Reference) کہا جاتا ہے۔ عدالت عظمیٰ معاملہ سننے کے بعد مسئلے پر اپنی رائے صدر مملکت کو بھیجتی ہے۔

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' (حصہ اول) انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006

۵۔ مقدمات کو منتقل کرنے کا اختیار آرٹیکل ۱۸۶(۱)

(power to transfer cases from one High Court to another High Court) آئین کے آرٹیکل ۱۸۶ (۱) کے تحت عدالت عظمٰی کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی مقدمہ، اپیل، دیگر کاروائی کو جو کسی عدالت عالیہ (High Court) کے سامنے زیر سماعت ہو، کسی دوسری عدالت عالیہ میں منتقل کر سکے۔

۶۔ فیصلوں یا احکام پر نظر ثانی کا اختیار آرٹیکل ۱۸۸

(review of judgments or orders)

آرٹیکل ۱۸۸ کے تحت عدالت عظمٰی کو اپنے فیصلوں یا احکام پر بھی نظر ثانی کا اختیار حاصل ہے۔ نظر ثانی کی درخواست اس وقت پیش کی جا سکتی ہے جب کوئی اہم اور نیا معاملہ یا شہادت درخواست گذار کے علم میں فیصلے کے بعد آیا ہو یا بوقت ڈگری یا اجراء حکم باوجود مناسب کوشش کے پیش کرنے سے قاصر تھا۔ یا یہ درخواست اس وقت پیش کی جا سکتی ہے جب فیصلے میں کوئی غلطی ظاہر ہو۔ نظر ثانی کی درخواست فیصلے کے ۳۰ یوم کے اندر پیش کرنی لازمی ہے۔ مزید یہ کہ درخواست کے ساتھ دس ہزار روپیہ بطور زر ضمانت داخل کرنا ضروری ہے۔

''پاکستان کے بنیادی قوانین'' ﴿حصہ اول﴾ انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006 © Copyright www.nayaab.net

۷۔ حکم ناموں کا اجراء اور تعمیل آرٹیکل ۱۸۷ (issue and execution of processes of Supreme Court)

آرٹیکل ۱۸۷ کے تحت عدالت عظمیٰ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ انصاف کے تقاضوں کے مدنظر ایسے احکامات جاری کرے جو کسی مقدمہ یا معاملہ میں مکمل انصاف دینے کیلئے ضروری ہوں۔ اس ضمن میں عدالت عظمیٰ کسی شخص کو حاضر کئے جانے کا حکم یا کسی دستاویز کو برآمد کرنے یا پیش کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔ ایسا کوئی حکم، ڈگری پاکستان بھر میں قابل نفاذ ہو گی اور اگر تعمیل کسی صوبے یا علاقہ میں کی جانی ہو یا کسی ایسے علاقہ میں کی جانی ہو جو کسی صوبے کا حصہ نہ ہو، لیکن اس صوبے کی عدالت عالیہ (High Court) میں شامل ہو تو اس کی تعمیل اسی طرح کی جائے گی گویا کہ یہ حکم اس صوبے کی عدالت عالیہ نے جاری کیا ہو۔ ایسا حکم، ہدایت یا فیصلہ جس کو بذریعہ کسی مخصوص عدالت عالیہ نافذالعمل کروانا مقصود ہو، تو متعلقہ عدالت عالیہ کا تعین عدالت عظمیٰ کرے گی۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

''پاکستان کے بنیادی قوانین'' (حصہ اول) انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006 © Copyright www.nayaab.net

۸۔ سیاسی جماعتوں کی کالعدمی کے خلاف اپیل کا اختیار آرٹیکل ۱۷

(appeal againt declaration of dissolution of political parties)

آئین کے آرٹیکل ۱۷ اور پولیٹیکل پارٹیز آرڈر کی دفعہ ۱۵ کے تحت، مرکزی حکومت کسی سیاسی جماعت پر اس وقت پابندی لگا سکتی ہے جب اسے اطمینان ہو جائے کہ اس سیاسی جماعت کو کسی باہر کے ملک سے مدد آتی ہے یا ملکی سالمیت یا حاکمیت اعلیٰ کے خلاف کام کر رہی ہے یا تخریب کاری میں ملوث ہے۔

مرکزی حکومت اس بات کی پابند ہے کہ سیاسی جماعت سے متعلق کالعدمی کا اعلان ۱۵ یوم کے اندر اندر عدالت عظمیٰ میں پیش کرے عدالت ضروری کاروائی کے بعد فیصلہ دے گی اور یہ فیصلہ حتمی ہوگا۔

۹۔ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت کا اختیار ۲۰۳(f)۔

(appeal against decisions of Federal Shariat Court)

وفاقی شرعی عدالت کے کسی فیصلے و حکم یا سزا کے خلاف کوئی متاثرہ فریق (aggrieved party) عدالت عظمیٰ میں اپیل دائر کر سکتا ہے اپیل مندرجہ ذیل وجوہات (conditions) میں ہوگی۔

(الف)۔ اگر وفاقی شرعی عدالت نے اپیل پر کسی ملزم شخص کا کوئی حکم بریت منسوخ کر دیا ہو اور اسے سزائے موت یا عمر قید یا چودہ سال سے زائد مدت کیلئے سزائے قید دی ہو، یا نظر ثانی پر مذکورہ بالا طور پر کسی سزا میں اضافہ کر دیا ہو۔

(ب)۔ اگر وفاقی شرعی عدالت نے کسی شخص کو توہین عدالت پر کوئی سزا دی ہو۔

''پاکستان کے بنیادی قوانین'' (حصہ اول) انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006 © Copyright www.nayaab.net

(ج)۔ واضح رہے کوئی فریق مذکورہ فیصلے کے ساٹھ یوم کے اندر عدالت عظمیٰ میں اپیل داخل کرسکتا ہے۔ جبکہ وفاق یا صوبے کی طرف سے اپیل مذکورہ فیصلے کے چھ ماہ کے اندر داخل کی جاسکتی ہے۔ اگر کسی مقدمہ میں جس پر ان امور کا اطلاق نہ ہو تو پھر وفاقی شرعی عدالت کی کسی تجویز، فیصلے، حکم یا سزا کے خلاف کوئی اپیل عدالت عظمیٰ کی اجازت (leave to appeal) سے دائر ہوگی۔

۱۰۔ توہین عدالت ایکٹ ۱۹۷۶ء کے تحت دی گئی سزا کے خلاف اپیل (appeal in contempt cases)

مزید برآں توہین عدالت کیس میں عدالت عظمیٰ کے درمیانی فیصلہ یا حتمی حکم کے فیصلے کے خلاف اپیل بھی اسی عدالت میں دائر کی جاسکتی ہے جسے عدالت عظمیٰ کے باقی ماندہ ججوں پر مشتمل بینچ (bench) سنتی ہے۔ واضح رہے کہ عدالت عالیہ (High Court) کے ڈویژن بینچ (Division Bench) کے فیصلہ کے خلاف اپیل عدالت عظمیٰ میں ۶۰ دن کے اندر دائر کی جائے گی، جبکہ عدالت عظمیٰ کے فیصلہ یا حکم کے خلاف اپیل ۳۰ دن کے اندر دائر کی جائے گی۔

۱۱۔ کمپنی آرڈیننس ۱۹۸۴ء کی دفعہ ۱۰ کے تحت اپیل کی سماعت کا اختیار

(appeal in respect of cases under Companies Ordinance 1984)

کمپنی آرڈیننس ۱۹۸۴ء کی دفعہ ۱۰ کے تحت کمپنی بینچ کے ان فیصلوں کے خلاف عدالت عظمیٰ (Supreme Court) کے پاس اپیل دائر کی جا سکتی ہے، جہاں کمپنی زیر تحلیل (wound-up) کا سرمایہ کم از کم دس ملین روپے ہو، تاہم اگر کمپنی زیر تحلیل (wound-up) کا سرمایہ دس ملین سے کم ہے تو اپیل صرف اسی صورت میں دائر ہو سکے گی جبکہ عدالت عظمیٰ اپیل دائر کرنے کی اجازت (leave to appeal) دے۔

آرٹیکل ۱۸۹ کے تحت عدالت عظمیٰ کا کوئی فیصلہ جو کسی قانون کی تشریح یا کسی قانون کے اصولوں کا تعین کرتا ہو اس کی پابندی پورے پاکستان کی تمام عدالتوں پر لازمی ہے۔ آرٹیکل ۱۹۰ کے تحت پورے پاکستان کے حکام عاملہ و عدلیہ (execitive and judicial authorities) عدالت عظمیٰ کی معاونت کرنے کے پابند ہیں۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا)

کی ذمہ داریاں

عالمگیریت ، نج کاری اور حکومتی ضابطوں سے مختلف شعبوں کو نسبتاً آزاد اور خودمختار ماحول فراہم کرنے کے ابھرتے ہوئے رجحانات کی روشنی میں ایک عرصے سے محسوس کیا جا رہا تھا کہ پاکستان میں بھی اگر ذرائع ابلاغ کو اپنی ساکھ اور آزاد حکمت عملی کو برقرار رکھنا ہے تو ذرائع ابلاغ کو حکومتی ضابطوں سے آزاد کرنا ہوگا۔ اس احساس اور تاثر کو فروغ دینے میں خود ہمارے معاشرتی ماحول اور تاریخی حقیقتوں نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔

نشریاتی میڈیا کے میدان میں ترقی اگر ایک طرف عوام کے لئے تفریح، معلومات اور حصول علم کے بہتر مواقع فراہم کرنے کا ذریعہ بنی ہے تو دوسری طرف ترغیبی اطلاعات کے ذریعے غیر موافق نظریات اور تہذیبی اقدار کی صورت میں منفی اثرات بھی مرتب کرتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر آزادی تقریر و انتخاب پیشہ کے اس دور میں درپیش نئے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک طرف اگر قومی نشریاتی میڈیا کے نیٹ ورک کو ترقی دینے کی ضرورت تھی تو دوسری طرف اس میدان میں پرائیویٹ سیکٹر کو شمولیت کی اجازت دینا بھی وقت کا اہم تقاضا تھا تاکہ مقابلہ کی فضا میں بہتر سے بہتر تفریحی اور معلوماتی پروگرام پیش کرنے کی دوڑ میں لوگوں کے لئے غیر ملکی نشریاتی میڈیا کے پروگراموں کے مقابلے میں قومی میڈیا کو موثر بنایا جا سکے۔ چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لئے پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) آرڈیننس 2002ء کے تحت ایک اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے اور شکایات کی وصولی و اندراج کے لئے اس کے ذیلی دفاتر شکایات اسلام آباد اور چاروں صوبائی دارالحکومتوں میں واقع ہیں۔ اس کے علاوہ ہر طرح کی نشریات اور کیبل ٹیلیویژن اسٹیشنوں کی نگرانی کے لئے بڑے شہروں میں بھی دفاتر قائم کئے جا رہے ہیں۔

پیمرا آرڈیننس کے مقاصد حسب ذیل ہیں:۔

(i) اطلاعات، تعلیم اور تفریح کے معیار کی بہتری۔

(ii) پاکستانی عوام کو خبروں، حالات حاضرہ، مذہبی معلومات، فن ثقافت، سائنس، ٹیکنالوجی، معاشی ترقی اقتصادی پیشرفت، موسیقی، عوامی دلچسپی کے امور نیز کھیلوں اور ڈراموں کی مناسبت سے میسر سہولتوں میں انتخاب کی زیادہ وسعت اور مواقع کی فراہمی۔

(iii) مقامی اور علاقائی سطح پر ذرائع ابلاغ کی بہتر سہولتیں فراہم کرتے ہوئے اختیارات اور ذمہ داری کو نچلی سطح تک اس طرح لے جانا کہ قومی امور میں عوام کی زیادہ سے زیادہ شرکت کو یقینی بنایا جا سکے۔

(iv) اطلاعات کے وافر مواقع اور تیز بہاؤ کی مدد سے قومی سطح پر احسن انداز حکمرانی کے ساتھ احتساب اور شفاف حکومتی پالیسیوں کی طرح ڈالنا۔

اسی طرح پیمرا آرڈیننس کی دفعہ 4 کی رو سے اتھارٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ بین الاقوامی، قومی، صوبائی، ضلعی، علاقائی یا خاص سامعین کے لئے قائم تمام نشریاتی اور کیبل ٹیلیویژن اسٹیشنوں کی تنصیب اور نشریات کو منضبط کرے۔

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' ﴿حصہ اول﴾ انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. اقبال سائبر لائبریری ©2002-2006

لائسنس کا اجراء

دفعہ نمبر ۱۸ کی رو سے اتھارٹی بین الاقوامی، قومی، صوبائی، علاقائی یا کسی طبقہ (کمیونٹی) کی سطح کے نشریاتی اسٹیشنوں کے لئے اور خاص مقاصد یا موضوعات کے لئے مخصوص اسٹیشنوں اور کیبل ٹیلیویژن نیٹ ورک اسٹیشنوں کے لئے لائسنس جاری کرے گی۔ دفعہ نمبر ۱۹ کی رو سے اتھارٹی کو بلاشرکت غیرے اس بات کا حق حاصل ہو گا کہ وہ بشمول کیبل ٹیلیویژن نیٹ ورک سٹیشن تمام نشریاتی اسٹیشنوں کی تنصیب اور انہیں چلانے کے لئے انصاف اور ایمانداری کے اصولوں کے مطابق شفاف بولی کے ذریعے لائسنس جاری کرے جس کے لئے درخواست دہندگان کی اہلیت کے معیار کا اعلان پہلے کیا جائے گا۔ اس آرڈیننس کے تحت لائسنس حاصل کئے بغیر کوئی شخص نشریات یا کیبل ٹیلیویژن چلانے میں ملوث نہیں ہو گا۔ لائسنس مقررہ شرائط کے تحت مقررہ فیس کی ادائیگی پر جاری کیا جاتا ہے۔

پیمرا آرڈیننس کے تحت لاگو قواعد مجریہ ۲۰۰۲ء کے قاعدہ نمبر ۱۱ کی رو سے آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۱۹ میں مذکورہ شرائط، معیار اور ضوابط کار کے بارے میں اطمینان کر لینے کے بعد اتھارٹی بولی کے ذریعے متعین فیس اور مقررہ زرضمانت (سیکورٹی) کی وصولی پر لائسنس جاری کرے گی۔ ذیلی قاعدہ نمبر ۲ کی رو سے اتھارٹی شیڈول میں مذکور عمومی قواعد کے علاوہ لائسنس دار کو حسب ضرورت مزید قواعد وضوابط کا پابند بنا سکتی ہے۔ ذیلی قاعدہ نمبر ۴ کی رو سے اگر اتھارٹی اس نتیجے پر پہنچے کہ کسی خاص فرد کو لائسنس جاری کرنا عوامی مفاد میں نہیں ہے تو وہ اس کی وجوہات قلمبند کرتے ہوئے متعلقہ شخص کو سماعت کا موقع دینے کے بعد لائسنس جاری کرنے سے انکار کر سکتی ہے۔

لائسنس کی شرائط وضوابط:

پیمرا آرڈیننس دفعہ نمبر ۲۰ کی رو سے لائسنس کے تحت نشریات یا کیبل ٹیلیویژن چلانے والے شخص کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ

(a) پاکستان کی خودمختاری، بقاء اور سالمیت کا احترام کرے۔

(b) قومی، تہذیبی، معاشرتی اور مذہبی اقدار اور آئین میں دیئے ہوئے قومی پالیسی کے اصولوں کا احترام کرے۔

(c) اس بات کو یقینی بنائے کہ دیئے ہوئے پروگرام اور اشتہارات، تشدد، دہشت گردی اور قبائلی، نسلی، لسانی اور مذہبی یا مسلکی امتیاز، انتہاپسندی، جنگجویانہ رویے یا نفرت پھیلانے کی حوصلہ افزائی نہیں کریں گے اور نہ ہی بے راہ روی پر اکسانے والے اور شرافت کے مسلّمہ اصولوں کے منافی دیگر مواد نشر کرنے کی حوصلہ افزائی کریں گے۔

(d) اس آرڈیننس کے تحت بنے ہوئے قواعد پر عمل کریں گے۔

(e) پروگراموں کو نشر یا تقسیم کرنے میں قومی مفادات کا خیال رکھیں گے جن کا تعین وفاقی حکومت نے یا اتھارٹی نے حکومت کے دیئے ہوئے طریق کار کے مطابق کیا ہو۔

(f) پروگراموں اور اشتہارات کے لئے اتھارٹی کی طرف سے منظور شدہ ضوابط کار کی پابندی کریں گے۔

(g) کسی پروگرام یا اشتہار کو نشر یا تقسیم کرنے میں حق تصنیف یا کسی دوسرے حق جائیداد کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

(h) نشریات کی ترسیل سے متعلق سسٹم یا کیبل سسٹم درآمد کرنے سے پہلے پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی اور اس کے متعلقہ بورڈ سے لائسنس حاصل کریں گے۔

(i) لائسنس کے تحت حاصل کوئی حق، اتھارٹی کی پیشگی تحریری اجازت کے بغیر کسی کو فروخت، منتقل یا تفویض نہیں کریں گے۔

لائسنس کی اقسام:

قاعدہ نمبر ۶ کی رو سے نشریاتی اور کیبل ٹیلیویژن نیٹ ورک لائسنسوں کی حسب ذیل چھ اقسام ہیں۔

(۱) بین الاقوامی سطح (Scale) کے سٹیشنوں کے لئے۔

(۲) ملکی سطح کے اسٹیشنوں کے لئے۔

(۳) صوبائی سطح کے اسٹیشنوں کے لئے۔

(۴) کسی علاقے رطبقے کی بنیاد پر قائم اسٹیشنوں کے لئے۔

(۵) کسی خاص موضوع کے لئے قائم اسٹیشنوں کے لئے۔

(۶) کیبل ٹیلیویژن نیٹ ورک اسٹیشنوں کے لئے۔

لائسنس کے لئے درخواست اوراس کا دورانیہ وتجدید:

پیمرا آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۲۴ کی رو سے کوئی بھی شخص جونشریات یا کیبل ٹیلیویژن نیٹ ورک سٹیشن کی تنصیب اوراس کے چلانے کا خواہش مند ہو، اتھارٹی کو مقررہ طریقہ کار کے مطابق مقررہ فیس کے ساتھ درخواست دے گا۔ اتھارٹی ہر ایسی درخواست پر مقررہ طریقہ کار کے مطابق کارروائی عمل میں لائے گی اور کسی بھی درخواست پر لائسنس جاری کرنے یا اس سے انکار سے پہلے متعلقہ صوبائی صدر مقام میں کھلے عام سماعت کا اہتمام کرے گی۔ قاعدہ نمبر ۸ کی رو سے کوئی بھی خواہش مند شخص مقررہ درخواست فارم پر لائسنس کے حصول کے لئے اتھارٹی کو درخواست دے سکتا ہے جس کے لئے قاعدہ نمبر ۹ کی رو سے ضروری ہے کہ درخواست دہندہ نے اپنی درخواست میں یہ نشاندہی کی ہو کہ اسے قاعدہ نمبر ۶ میں مذکورہ کس سطح کے اسٹیشن کی تنصیب اور اس کے چلانے کے لئے لائسنس درکار ہے۔ اسی طرح قاعدہ نمبر ۷ کی رو سے لائسنس

''پاکستان کے بنیادی قوانین'' ﴿حصہ اول﴾ انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006 © Copyright www.nayaab.net

پانچ، دس یا پندرہ سال کے لئے جاری کیا جاتا ہے۔تاہم مذکورہ کسی بھی مدّت کے لئے اس کے کارآمد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی سالانہ فیس ادا کی گئی ہو جس کا تعین منسلکہ شیڈول میں کیا گیا ہے۔اسی طرح لائسنس کی تجدید کے لئے بھی مقررہ فیس کی ادائیگی کے ساتھ درخواست دی جاسکتی ہے جس پر اتھارٹی لائسنس کی تجدید کرے گی۔

درخواستوں کے چناؤ کے لئے معیار:

قاعدہ نمبر ۱۰ کی رُو سے لائسنس جاری کرنے کی غرض سے درخواستوں کے چناؤ کے لئے جن چیزوں کا خیال رکھا جائے گا ان میں معاشی صلاحیت، تیکنیکی اہلیت، مالی حیثیت، ساکھ کا سابقہ ریکارڈ، ملکیت میں پاکستانی حصہ، تیکنیکی پیش رفت اور جدید ٹیکنالوجی متعارف کرانے کے امکانات، اس شعبے کی ترقی، عالمی خدمات میں حصہ اور دیگر معاشی اور معاشرتی ترقی کے مقاصد میں کردار شامل ہیں۔

All rights reserved. ©2002-2006

وہ افراد جن کو لائسنس جاری نہیں کیا جائے گا:

پیمرا آرڈیننس کی دفعہ ۲۵ کی رُو سے حسب ذیل افراد کو لائسنس جاری نہیں کیا جائے گا۔

(a) جو پاکستانی شہری یا یہاں کا رہائشی نہ ہو۔

(b) کسی غیر ملکی کمپنی کو، جو کسی دیگر ملک کے قوانین کے تحت منظم ہوئی ہو۔

(c) ایسی کمپنی جس کے زیادہ تر حصص غیر ملکی شہریوں کی ملکیت یا کنٹرول میں ہوں یا ایسی کمپنیاں جن کا انتظام یا کنٹرول غیر ملکی شہریوں یا کمپنیوں کے پاس ہو۔

(d) ایسا شخص جو پاکستان میں کوئی اور نشریاتی یا کیبل ٹیلیویژن نیٹ ورک اسٹیشن، اخبار، میگزین یا اشتہارات کی ایجنسی رکھتا یا چلاتا ہو۔

(e) ایسا شخص جو کسی دوسرے ملک یا غیر ملکی تنظیم سے فنڈ لیتا ہو یا وہ اس کے ضامن ہوں۔

شکایات کونسل:

دفعہ نمبر ۲۶ کی رُو سے اس آرڈیننس کے تحت امور کی انجام دہی کے لئے اسلام آباد، صوبائی صدر مقامات میں شکایات کونسلیں قائم کی گئی ہیں جو عام افراد یا تنظیموں کی طرف سے نشریاتی اسٹیشنوں یا کیبل نیٹ ورک پر نشر ہونے والے پروگراموں کے کسی پہلو سے متعلق شکایات پر غور کر کے اپنی سفارشات اتھارٹی کو بھجوائے گی۔

وہ نشریات یا کیبل ٹیلیویژن کے پروگرام جن پر پابندی ہے:

پیمرا آرڈیننس کی دفعہ ۲۷ کی رُو سے اتھارٹی اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ کوئی پروگرام لوگوں میں نفرت پھیلانے یا امن عامہ یا عوام کے سکون میں خلل ڈالنے کا باعث ہے یا ملکی امن کے لئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے تو وہ کسی بھی نشریاتی ادارے یا کیبل ٹیلیویژن آپریٹر کو تحریری وجوہات کے ساتھ کسی بھی پروگرام کو نشر کرنے یا اسے دوبارہ نشر کرنے سے منع کر سکتی ہے۔

غیر ملکی نشریات کی بندش:

قاعدہ نمبر ۱۹ کی رُو سے اتھارٹی کی نظر میں اگر کسی غیر ملکی نشریات کا متن ناقابل قبول ہو تو وہ اسے نشر کرنے پر پابندی کا حکم جاری کرے گی۔ تاہم ایسی نشریات کو ناقابل قبول قرار دینے کے لئے ضروری ہے کہ اتھارٹی کے اطمینان کے مطابق ان کے متن میں ملک کے تحفظ، خود مختاری، مفاد عامہ، امن عامہ یا قومی ہم آہنگی کے منافی مواد شامل ہو یا وہ ذوق سلیم، شرافت اور اخلاق کے منافی ہوں۔

www.iqbalcyberlibrary.net
All rights reserved. ©2002-2006

معائنہ کا اختیار:

دفعہ نمبر ۲۹ کی رُو سے اتھارٹی کے کسی بھی آفیسر یا نامزد کردہ شخص کو اختیار حاصل ہے کہ وہ مناسب نوٹس دینے کے بعد کسی بھی نشریاتی ادارے یا کیبل ٹیلیویژن کی حدود میں کسی بھی مناسب وقت پر معائنے کی غرض سے داخل ہوسکتا ہے۔لائسنس دار مذکورہ مجاز معائنہ کار کو معائنے کے وقت ضروری امداد اور سہولت فراہم کرے گا۔مجاز آفیسر اتھارٹی کو اپنے معائنے کی رپورٹ ۲۴ گھنٹے کے اندر پیش کرے گا۔

لائسنس کی معطلی:

قاعدہ نمبر ۲۰ کی رُو سے اتھارٹی کسی بھی نشریاتی یا کیبل ٹیلیویژن اسٹیشن چلانے والے شخص کا لائسنس حسب ذیل میں سے کسی ایک یا زیادہ وجوہات کی بناء پر معطل کرسکتی ہے۔

(۱) لائسنس دار سالانہ تجدیدی لائسنس فیس کی بروقت ادائیگی میں ناکام رہا ہو۔

(۲) اس نے آرڈیننس یا اس کے تحت بنے ہوئے قواعد کی کسی شق کی خلاف ورزی کی ہو۔

(۳) وہ لائسنس کی جملہ شرائط میں سے کسی شرط پرعمل کرنے میں ناکام رہا ہو۔

(۴) کمپنی کی صورت میں لائسنس دار کے حصہ داروں کی اکثریت نے اپنے حصص کسی اور کو منتقل کردیئے ہوں تاہم کوئی لائسنس، اس وقت تک معطل یا منسوخ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ لائسنس دار کو اظہار وجوہ کا

نوٹس جاری کرتے ہوئے اسے ذاتی طور پر سماعت کا موقع نہ دیا گیا ہو۔

لائسنس کی منسوخی:

قاعدہ نمبر ۲۱ کی رُو سے اگر لائسنس دار آرڈیننس یا اس کے تحت قواعد کی کسی شق یا لائسنس کی شرط کی خلاف ورزی کرے تو اتھارٹی شکایات کونسل کے مشورے سے یا اس کی سفارش پر تحریری نوٹس کے ذریعے لائسنس دار سے ۱۵ دن کے اندر اظہار وجوہ کا مطالبہ کرسکتی ہے کہ کیوں نہ اس کا لائسنس منسوخ کیا جائے اور اگر اتھارٹی لائسنس دار کی پیش کی ہوئی وضاحت پر غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اس نے آرڈیننس یا قواعد کی کسی شق کی یا لائسنس کی کسی شرط کی خلاف ورزی کی ہے تو وہ اس کا لائسنس منسوخ کرسکتی ہے۔

نشریاتی آلات کی قرقی:

قاعدہ نمبر ۲۲ کی رُو سے اتھارٹی کا چیئرمین یا دوسرا مجاز آفسر لائسنس دار شخص کے ایسے نشریاتی آلات اور سسٹم یا دوسرے ایسے اوزار کو قبضے میں لے سکتا ہے جو ایسا کوئی پروگرام چلانے میں مددگار ہوں جسے اتھارٹی نے معطل یا مسترد کیا ہو یا وہ غیر قانونی طور پر ایسے پروگرام میں استعمال ہو رہے ہوں۔

پروگراموں سے متعلق ضابطہ اخلاق:

قاعدہ نمبر ۲۴ کی رُو سے نشریاتی یا کیبل ٹیلیویژن اسٹیشنوں پر نشر یا تقسیم ہونے والے پروگرام اور اشتہارات پیمرا آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۲۰ کے مندرجات اور شیڈول میں دیئے ہوئے ضابطہء اخلاق کے مطابق ہوں گے۔ اسی طرح ہر ایسے اشتہارات، ٹی وی کے اشتہارات، ملک میں اشتہارات کے مروجہ ضابطوں کے معیار کے مطابق ہوں گے۔ اشتہارات کا دورانیہ ایک ہی وقت میں تین منٹ سے زیادہ نہیں ہوگا اور اشتہارات کے درمیان کم ازکم پندرہ منٹ دورانیے کا پروگرام لازمی طور پر چلایا جائے گا۔ اسی طرح لائسنس دار اپنے نشر کردہ پروگراموں کا ریکارڈ رکھے گا اور ایسے نشر یا تقسیم کیے جانے والے پروگراموں کا آڈیو یا ویڈیو ٹیپ کم ازکم تیس دن کے لئے محفوظ رکھے گا۔ مذکورہ قاعدے کے تحت نشر ہونے والے پروگراموں اور اشتہارات سے متعلق تفصیلی ضابطہ حسب ذیل ہے۔

جدول-ب (Schedule-B)

میڈیا براڈ کاسٹرز اور کیبل ٹیلی ویژن آپریٹرز کے لئے ضابطہء اخلاق

رول نمبر 24

پروگرامز

(1) کوئی ایسا پروگرام نشر یا تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

(الف) جس میں کسی مذہب،فرقے یا جماعت کے بارے میں توہین آمیز کلمات استعمال کئے گئے ہوں یا الفاظ اور تصویروں کے ذریعے کسی فرقے یا جماعت کے بارے میں توہین کا پہلو نکلتا ہو اور جسکی وجہ سے فرقہ وارانہ انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہو۔

(ب) ایسا پروگرام جس میں فحش،عریاں اور نازیبا مواد شامل کیا گیا ہو یا جس کے ذریعے اخلاقی قدریں پامال ہونے کا اندیشہ ہو۔

(پ) ایسا پروگرام جس میں توہین آمیز کلمات کے ذریعے کسی فرد، جماعت یا افراد کے بارے میں محض نسل، ذات، قومیت، مذہب، زبان، رنگ، فرقہ، جنس، عمر یا ذہنی اور دماغی کمزوری کی بنیاد پر نفرت پھیلائی گئی ہو۔

(ت) ایسا پروگرام جو کسی بھی فرد یا ادارے کی رسوائی کا باعث ہو یا حقائق پر مبنی نہ ہو۔

(ٹ) ایسا پروگرام جو لوگوں کو تشدد پر اکسائے یا امن عامہ برقرار رکھنے میں رکاوٹ پیدا کرنے کا باعث ہو یا ملکی اور قومی مفاد کے خلاف تحریک پیدا کرے۔

(ث) ایسا پروگرام جس سے عدلیہ کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔

(ج) ایسا پروگرام جس میں عدلیہ اور افواج پاکستان پر حرف آتا ہو۔

(چ) ایسا پروگرام جس میں الفاظ کے ذریعے کسی فرد، جماعت یا کسی ملک کی سماجی،عوامی اور اخلاقی طرز معاشرت کی تضحیک کی گئی ہو۔

(ح) ایسا پروگرام جو بنیادی ثقافتی اقدار، ضابطہء اخلاق اور اعلیٰ ذوق کے منافی ہو۔

(خ) ایسا پروگرام جس میں ایک آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت سے پاکستان کی سالمیت اور پاکستانی عوام کے بارے میں توہین کا پہلو نکلتا ہو۔

(د) ایسا پروگرام جس میں کسی ایسے فعل کی اعانت کی گئی ہو یا ترغیب دی گئی ہو جو تعزیرات پاکستان کی رُو سے قابلِ دست اندازئ پولیس ہو۔

(ڈ) ایسا پروگرام جس میں مختلف اشکال کے ذریعے خواتین اور مرد حضرات کو بدنام اور رسوا کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔

(ذ) ایسا پروگرام جس میں بچوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔

(ر) ایسا پروگرام جس میں جُرم اور مُجرم کو بڑھا چڑھا پیش کیا گیا ہو۔

(ز) ایسا مواد جو دوست ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات پر منفی اثرات مُرتب کرے۔

(2) اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ بچوں کیلئے پیش کئے جانے والے پروگرام میں قابل اعتراض زبان استعمال نہیں کی گئی یا ایسے پروگرام سے متاثر ہو کر بچے والدین اور بزرگوں کا احترام کرنا چھوڑ دیں۔

(3) ایسے پروگرام پیش نہ کئے جائیں جن کے ذریعے گھر، خاندان اور ازدواجی زندگی کا تقدس مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔

(4) پارلیمنٹ یا صوبائی اسمبلیوں کی کارروئی کو ایمانداری کے ساتھ نشر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ایسی کارروائی نشر یا جاری نہیں کی جائے گی جسے چیئرمین یا سپیکر نے حذف کرنے کا حکم دیا ہو۔

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

اشتہارات سے متعلق ضابطہ اخلاق:

(1) کسی نشریاتی یا کیبل ٹیلیویژن اسٹیشن پر نشر ہونے والے اشتہارات ایسے طریقے سے ڈیزائن کیے جائیں گے جو ملکی قوانین سے ہم آہنگ ہوں اور اخلاق، شائستگی اور ملکی عوام کے مذہبی جذبات یا کسی فرقے کے خلاف نہ ہوں۔

(2) کسی بھی ایسے اشتہار کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(i) جو ملک میں بغاوت، لاقانونیت یا تشدد کو فروغ دے رہا ہو۔

(ii) جو آئین پاکستان یا کسی مروجہ قانون کی کسی شق کے خلاف ہو۔

(iii) جو لوگوں کو جرم پر ابھارنے والا یا انتشار، تشدد یا قانون کی خلاف ورزی کا سبب بننے والا ہو یا کسی بھی حیثیت سے تشدد اور بے حیائی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہو۔

(iv) جو حرام کاری، شہوت پرستانہ خیالات یا شراب نوشی یا غیر اسلامی اقدار کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہو۔

(v) جو تاریخی حقائق، ملکی روایات یا کسی قومی رہنما یا کسی ملکی شخصیت کی ذات یا شخصیت کو مسخ کرنے والا ہو۔

(vi) جو نسلی، ملکی، مقامی، علاقائی یا گروہی تعصب کو ہوا دینے والا ہو۔

(vii) جو معاشرتی عدم مساوات کو فروغ دینے والا ہو یا انسانی وقار اور محنت کی عظمت کے خلاف ہو۔

(viii) جو گھر، خاندان اور شادی کے تقدس کے خلاف ہو۔

(ix) جو کلی طور پر یا زیادہ تر مذہبی یا سیاسی نوعیت کا ہو۔

(x) جو لوگوں کو کسی مصنوعات یا ان کے کسی اجزاء کے بارے میں یہ باور کرانے والا ہو کہ ان میں کوئی خاص خوبی یا خاصیت موجود ہے جسے ثابت نہ کیا جا سکے۔

(3) مشتہر شدہ اشیاء یا خدمات انسانی صحت کے لئے ضرر رساں نقص کی حامل نہیں ہوں گی۔ اشیاء کے بارے میں گمراہ کن دعوے نہیں کیے جائیں۔

(4) زیادہ تر بچوں کے پسندیدہ اشتہار بچوں کو یا ان کے والدین کو کسی

© Copyright

خاص برانڈ کی اشیاء خریدنے پر نہیں ابھاریں گے۔

(5) سارے اشتہارات واضح طور پر قابل شناخت اور پروگراموں سے علیحدہ ہونے چاہئیں اور کسی بھی حیثیت سے خبروں یا دستاویزی مواد کے مشابہ نہیں ہونے چاہئیں۔

جرائم اور سزائیں:

پیمرا آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۳۳ کی رُو سے پیمرا آرڈیننس کی کسی شق کی خلاف ورزی پر نشریات جاری کرنے والے یا کیبل ٹیلیویژن آپریٹر کو یا اس کی خلاف ورزی پر ابھارنے والے کو 10 لاکھ روپے تک جرمانے کی سزا دی جائے گی اور ایسے جرم کے دوبارہ ارتکاب پر وہ تین سال تک قید یا جرمانے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا اور اگر ایسے جرم کا ارتکاب کسی غیر لائسنس یافتہ شخص نے کیا ہو تو وہ چار سال تک قید یا جرمانے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔

© Copyright www.nayaab.net

مجاز عدالت:

پیمرا آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۳۴ کی رُو سے اس آرڈیننس کے تحت کسی جرم کی سماعت پیمرا یا اس کے کسی مجاز آفسر کی تحریری شکایات پر مجاز عدالت ہی کر سکتی ہے۔ دفعہ نمبر ۳۵ کی رو سے کم از کم مجسٹریٹ درجہ اول ایسے کسی جرم کی سماعت کا مجاز ہے۔ اسی طرح ایسے کسی جرم پر وہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۳۲ کے تحت حاصل اختیارات سے زیادہ سزا دینے کا بھی مجاز ہے۔

کمپنیوں سے سرزد جرائم:

پیمرا آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۳۶ کی رُو سے اگر اس آرڈیننس میں مذکور کسی جرم کا ارتکاب کسی ایسے شخص نے کیا ہو جو کسی کمپنی کے امور کا ذمہ دار ہو تو وہ اس کے لئے قصور وار گردانا جائے گا اور اگر اس آرڈیننس کے تحت کسی جرم کی قصوروار کمپنی، کارپوریشن یا فرم ہو تو اس کا ہر ڈائریکٹر، حصہ دار یا ملازم اس جرم کا قصوروار ہوگا۔ جب تک کہ وہ یہ ثابت نہ کرے کہ جرم کا ارتکاب اس کے علم یا تائید کے بغیر کیا گیا ہے۔

All rights reserved. ©2002-2006

پروانہ انصرام جائیداد (Letter of Administration)

اگر کوئی متوفی بلا وصیت مر گیا ہو تو اسکی جائیداد کے انصرام کا پروانہ (Letter of Administration) ایسے شخص کو عطا کیا جاتا ہے جو متوفی کی جائیداد کے کل یا جزو کا وارث ہو۔ متوفی کا کوئی قرض خواہ بھی یہ درخواست دے سکتا ہے۔

یہ درخواست اسی ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں دی جا سکتی ہے جہاں متوفی اپنی موت کے وقت رہائش پذیر ہو یا اس کی جائیداد کا کچھ حصہ واقع ہو۔ پروانہ انصرام جائیداد سے متعلق جملہ امور کے سلسلہ میں ڈسٹرکٹ جج کو اختیارات حاصل ہیں جن کی رو سے وہ درخواست گذار کا بیان قلمبند کرتا ہے اور متوفی کی جائیداد اور اسکی وصیت کے بارے میں جیسی بھی شہادت مناسب سمجھے طلب کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ڈسٹرکٹ جج ان تمام لوگوں کو نوٹس بھی جاری کر سکتا ہے جنکا متوفی کی جائیداد سے کوئی تعلق ہو، تا کہ وہ کاروائی اجرا پروانہ انصرام جائیداد ملاحظہ کریں۔

عدالت عالیہ یا ڈسٹرکٹ جج کا جاری کردہ پروانہ اسکے دائرہ اختیار سے باہر کی تصدیق شدہ دس ہزار روپے مالیت تک متوفی کی تمام منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کی حد تک پورے پاکستان میں موثر ہو گا۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

پروانہ انصرام جائیداد کے لوازمات

اجراء پروانہ انصرام جائیداد میں درج ذیل تفصیل درج کی جانا ضروری ہے۔

(۱)۔ متوفی کی موت کا وقت اور مقام۔

(۲)۔ متوفی کے خاندان یا دیگر رشتہ داروں کی تفصیل مع رہائشی پتہ۔

(۳)۔ وہ حق جس کے تحت درخواست گذار پروانہ انصرام جائیداد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۴)۔ جائیداد کی تفصیل جس کیلئے درخواست دی گئی ہو۔

(۵)۔ متوفی کی سکونت بوقت وفات، اگر سکونت عدالت کے دائرہ اختیار میں نہ ہو تو متوفی کی جائیداد جو کہ عدالت کے دائرہ اختیار میں واقع ہے۔

(۶)۔ یہ درخواست اگر ڈسٹرکٹ جج کے نام ہو اور متوفی کی جائیداد کا کوئی حصہ جس کیلئے درخواست دی گئی ہو کسی دوسرے صوبے میں واقع ہو تو درخواست میں ہر ایک صوبے میں اس جائیداد کی مقدار اور ان ڈسٹرکٹ ججوں کا ذکر جنکے اختیار سماعت میں وہ جائیداد آتی ہو۔

آخر میں یہ تصدیق کہ اس درخواست میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے درخواست گذار کے علم اور یقین کے مطابق درست ہے۔ درخواست میں غلط بیانی اور جھوٹی تصدیق کیلئے سزا مقرر ہے جو زیر دفعہ 193 تعزیرات پاکستان دی جاسکتی ہے۔

WWW.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

قانونِ نکاح

نکاح:

پاکستان کے عائلی قوانین کے تحت نکاح کے وقت لڑکی (دلہن) کی کم ازکم عمر 16 سال اور لڑکے (دولہا) کی عمر 18 سال ہونا ضروری ہے اور اسکا انعقاد گواہوں کی موجودگی میں ہونا اور ازاں بعد رجسٹر کرانا بھی لازمی ہے۔ نکاح رجسٹرار کا فرض ہے کہ نکاح فارم کے تمام کالم احتیاط سے پُر کرے مثلاً فریقین کے نام، ولدیت، عمر، پتہ، شادی سے قبل کی حیثیت جیسے کنوارا/ کنواری یا رنڈوا/بیوہ یا طلاق دہندہ / مطلقہ (طلاق یافتہ)، زرمہر کی مقدار اور نوعیت، نان ونفقہ کی شرط (اگر کوئی عائد کی گئی ہو)، طلاقِ تفویض کی شرط (شوہر کا بیوی کو طلاق دینے کا حق تفویض کرنا) اور اسکے علاوہ کوئی اور شرط جو فریقین کی جانب سے عائد کی گئی ہو، فریقین اور گواہوں کی موجودگی میں متعلقہ کالم میں احتیاط سے لکھے تا کہ فریقین کے حقوق وفرائض کا صحیح طور پر تعین ہو اور نکاح نامہ میں درج طے شدہ شرائط کے حوالے سے کسی تنازعہ کی صورت میں فریقین میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ نکاح نامہ کی ایک ایک کاپی دولہا اور دلہن دونوں کو دی جاتی ہے اور ایک کاپی رجسٹرار کے دفتر میں ریکارڈ کے طور پر محفوظ رہتی ہے۔ مسلم عائلی قوانین 1961ء کی دفعہ 5 کی رو سے نکاح کا رجسٹر کرانا ضروری ہے۔ رجسٹر نہ کرانے کی صورت میں نکاح انعقاد پذیر تو ہو جائے گا مگر قانون کی اس خلاف ورزی پر ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ یا تین ماہ قید یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔

نکاح نامہ میں درج شدہ شرائط کی قانونی حیثیت

نکاح نامہ میں درج شدہ شرائط پر قانونی طور پر عمل کروایا جاسکتا ہے۔مثلاً نکاح نامہ میں اگر یہ درج ہو کہ دلہن کو منقولہ / غیر منقولہ جائیداد، زیورات ، نقدی یا دیگر اشیاء دی گئی ہیں، لیکن بعد میں وہ اس سے انکار کردے تو بذریعہ قانونی کاروائی شرط مطلوبہ پر عمل کروایا جاسکتا ہے۔اسی طرح خرچہ یا نان ونفقہ، حق مہر اور طلاق تفویض وغیرہ کے اندراجات پر بھی بذریعہ عدالتی کاروائی عمل کروایا جاسکتا ہے۔نکاح نامہ ایک بہت ہی اہم قانونی دستاویز ہے۔عام حالات میں اس میں ردوبدل ممکن نہیں البتہ اگر دورانِ تحریر اندراج میں غلطی ہو جائے یا کسی شرط کی وضاحت ضروری ہوتو اس کی درستگی ممکن ہے بشرطیکہ فریقین اور نکاح رجسٹرار ترمیم شدہ اندراج پر دستخط کردیں اور فارم کے خالی حصہ میں یہ درج کردیں کہ کون سے کالم میں درستگی کردی گئی ہے۔ایسے نوٹ کے نیچے نکاح خوان اور فریقین کے دستخط لازمی ہیں۔اسی طرح اگر نکاح نامہ میں کوئی ایسی شرط درج کی جائے جو قرآن وسنت یا ملکی قوانین کے خلاف ہوتو ایسی شرط کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے، البتہ نکاح صحیح تصور ہوگا۔

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

نکاح میں درج خرچہ یا نان ونفقہ اور حق مہر میں اضافہ کی حیثیت

نکاح نامہ میں درج شدہ خرچہ یا نان ونفقہ میں وقت کے ساتھ ساتھ شوہر کے ذرائعِ آمدن اور دیگر حالات کے پیشِ نظر اضافہ کیا جاسکتا ہے جس کا تعین بہرحال عدالت مجاز کرے گی لیکن حق مہر کی رقم میں اضافہ صِرف شوہر کی رضامندی سے ہی ممکن ہے جس کیلئے نکاح نامہ میں دُرستگی کروانا ضروری نہیں ہے البتہ ایک دستاویز الگ سے تیار کرلینا بہتر ہے۔

غیر آبادی کی صُورت میں بیوی کا حقِ نان ونفقہ

اَللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے کہ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دُستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ مرد کی اَخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق بیوی بچوں کی بودوباش اور نان ونفقے کا بندوبست کرے۔ اگر گھریلو ناچاقی کی وجہ سے حالات اس نہج پر پہنچ جائیں کہ شوہر اپنی بیوی کو ہمراہ نہ رکھنا چاہے اور اُسے اپنے گھر سے نکال دے اور بیوی کو مجبوراً شوہر سے علیحدہ رہنا پڑے تو غیر آبادی کی اس صُورت کے دوران خرچہ کے تعین کیلئے عدالت کو درخواست دی جاسکتی ہے۔ عدالت ایسا کوئی فیصلہ کرتے وقت فریقین کے طرزِ عمل کو بھی پیشِ نظر رکھے گی۔ اگر ثابت ہوجائے کہ علیحدگی کے حالات شوہر کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں تو خرچہ یا نان ونفقہ کی ادائیگی کی ذمہ داری اسی پر عائد کی جائے گی۔ نہ صرف بیوی بلکہ بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری بھی بقدر استطاعت شوہر پر عائد ہے۔ اگر وہ اس کی ادائیگی میں ناکام رہتا

ہے یا جان بوجھ کرادانہیں کرتا تو بیوی خرچہ سابقہ وآئندہ کے تعین وادائیگی کیلئے عدالتی چارہ جوئی کرسکتی ہے۔

قانونِ طلاق

طلاق:۔

قرآن وسنت کے احکامات اورملکی قوانین کی رو سے میاں بیوی میں ناچاقی کی صورت میں شوہرکوطلاق دینے کی اجازت ہے۔شوہراپنی بیوی کی رضامندی کے بغیریابغیرکوئی وجہ بتائے اپنی بیوی کوطلاق دینے کا مجاز ہے گوکہ طلاق حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ چیز ہے۔قرآنِ حکیم کے حکم کے مطابق اگرشوہر بیوی کواس کے مطالبہ یارضامندی کے بغیرطلاق دیگاتو جوکچھ بھی اس نے ازدواجی زندگی میں اسے تحفے تحائف مہریانان ونفقہ کی صورت میں دیا ہوگا وہ واپس لینے کامجازنہیں ہوگا (سورۃ النساء،آیت۔۲۰)۔ملکی قانون کے تحت بھی وہ کسی بھی چیز کی واپسی کامطالبہ نہیں کرسکتا۔

طلاق دینے کا شرعی وقانونی طریقہ کار

۱۔ طلاقِ احسن

سنتِ رسول ﷺ کے مطابق طلاق کی بہترین قسم طلاق احسن ہے جس کے مطابق شوہر زمانہ طہر میں صرف ایک طلاق دیتا ہے اور اس صورت میں بیوی تین حیض یا تین ماہواری (اگر عورت کو حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ) انتظار کرتی ہے تین طہر کے اندر اندر صلح صفائی کی صورت میں شوہر کو طلاق واپس لینے اور بغیر تجدیدِ نکاح کے بیوی سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ عدت گذرنے کے بعد عورت بائنہ ہوگی تاہم شوہر اس سے دوبارہ نکاح کر سکے گا۔

۲۔ طلاقِ حسن

طلاقِ حسن کی صورت میں شوہر ایک ایک مہینے کے وقفے سے حالتِ طہر میں طلاق دے گا۔ دو طلاقیں دینے کے بعد وہ بیوی سے رجوع کر سکتا ہے البتہ تیسری طلاق دینے کے بعد نہ صرف رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے بلکہ اس عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح بھی نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے صحبت کے بعد طلاق حاصل نہ کر لی ہو یا وہ آدمی فوت نہ ہوا ہو۔

۳۔ طلاقِ بدعی

اس طریقہ طلاق میں شوہر ایک ہی وقت میں تین طلاقیں اکٹھی دیتا ہے۔ اسلام میں طلاق دینے کا یہ انتہائی ناپسندیدہ طریقہ ہے جو قرآن وسنت اور اجماع صحابہ کے خلاف ہے، مگر اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں طلاق کا یہی ناپسندیدہ طریقہ رائج ہے جس سے حتی الوسع پرہیز کیا جانا چاہیے۔

موجودہ قانون میں طلاق دینے کا طریقۂ کار

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۷ کے تحت طلاق کی مذکورہ اقسام میں سے کسی بھی طلاق کی صورت میں اس کا نوٹس چیئر مین ثالثی کونسل کو دینا لازمی ہے۔ چیئر مین نوٹس وصول ہونے کے بعد فریقین کے مقرر کردہ ثالثوں کے ذریعہ ان میں صلح کی کوشش کرے گا۔ صلح نہ ہونے کی صورت میں ۹۰ دن گزرنے کے بعد طلاق موثر ہو جائے گی۔ قانون کے تحت نوٹس نہ دینے کی صورت میں ذمہ دار شخص کو پانچ ہزار روپیہ تک جرمانہ یا ایک سال قید محض یا دونوں سزائیں اکٹھی دی جاسکتی ہیں۔

طلاق کے طریقہ کار کی درستگی کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات

اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی ہے کہ مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۷ کو حسبِ ذیل طریقے پر تبدیل کیا جائے۔

۱۔ اگر طلاق بیوی کے مسلک کے مطابق رجعی ہو تو شوہر عدت کے دوران اس سے رجوع کر سکتا ہے۔

۲۔ اگر طلاق بیوی کے مسلک کے مطابق بائن ہو تو شوہر اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔

۳۔ کوئی شخص ایک طہر میں دو سے زائد طلاقیں نہیں دیگا لیکن دو سے زائد دی ہوئی طلاقیں نافذ ہو جائیں گی۔

۴۔ جو شخص ذیلی دفعہ (۳) کی خلاف ورزی میں اپنے مسلک کے مطابق دو سے زائد زبانی یا تحریری طلاقیں دے گا یا کسی دوسرے کیلئے ایسا طلاق نامہ لکھے گا، جو دو سے زیادہ طلاقوں پر مشتمل ہوگا، وہ قید محض کی سزا

کا مستوجب ہوگا جو ایک سال سے زائد نہ ہوگی یا اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی جن کی تعداد بیس سے زائد نہ ہوگی لیکن دو سے زائد دی ہوئی طلاقیں نافذ ہو جائیں گی۔

۵۔ کسی ایسی مطلقہ عورت کیلئے جس کے مسلک کی رو سے طلاق مغلظ ہو چکی ہو، سابق شوہر سے دوبارہ حلالہ کئے بغیر نکاح باطل ہوگا۔

۶۔ عدت کی مدت حسب ذیل طریق پر شمار ہوگی۔

(الف) غیر حاملہ عورت، جسے حیض آتا ہو، کیلئے طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض کا گزر جانا اور اگر عورت اثنا عشری مسلک سے تعلق رکھتی ہو تو اس کیلئے تین طہر گزر جانا۔

(ب) جس لڑکی یا عورت کو حیض نہ آتا ہو، اس کیلئے عدت کا وقت قمری تقویم کے لحاظ سے تین مہینے۔

(ج) حاملہ عورت کیلئے وضع حمل۔

طلاق کی دیگر اقسام:

ا۔ خلع

اگر میاں بیوی کے درمیان حالات اس قدر کشیدہ ہو جائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے اکٹھے نہ رہ سکیں اور نفرت اور ناپسندیدگی بیوی کی طرف سے ہو تو اس صورت میں بیوی شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کی بنیاد پر عدالت کے ذریعے طلاق لے سکتی ہے، بشرطیکہ وہ حاصل کردہ تمام یا بعض مفادات شوہر کو واپس لوٹا دے یا جن شرائط پر وہ باہم رضامند ہوں۔ اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کے مطابق خلع حاصل کرنے کیلئے بیوی کو کوئی وجہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ طلاقِ تفویض

یہ طلاق کی وہ قسم ہے جس میں خاوند نکاح کے وقت بیوی کو خود پر طلاق لاگو کرنے کا اختیار دے دیتا ہے۔ یہ اختیار مشروط یا غیر مشروط ہو سکتا ہے۔

All rights reserved ©2002-2006

بیوی یہ حق عدالت سے رجوع کئے بغیر کسی وقت بھی استعمال کر سکتی ہے۔

۳۔ خیارِ بلوغ

عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کے تحت شادی کے وقت دولہا کی عمر ۱۸ سال اور دلہن کی عمر ۱۶ سال ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم عمر کی شادی رجسٹرڈ نہیں ہوسکتی۔ اسلام میں نابالغ بچوں کے نکاح کا اختیار انکے ولیوں کو حاصل ہے۔ ولی اپنی بچی یا بچے کا نکاح اس کی نابالغی کے دوران اپنی مرضی سے کر سکتے ہیں البتہ انہیں بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو رد یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل ہے جسے خیارِ بلوغ کہتے ہیں۔ شوہر بالغ ہونے کے بعد اگر چاہے تو بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، البتہ بیوی اپنے نکاح کو خود ختم نہیں کر سکتی بلکہ عدالت کے ذریعے اس نکاح کو ختم کرا سکتی ہے۔ یہ حق استعمال کرنے کیلئے ضروری ہے کہ بیوی بالغ ہونے کے بعد ازدواجی تعلق شروع ہونے سے قبل دعویٰ دائر کرے۔ بلوغت کے بعد ازدواجی تعلق قائم ہونے سے یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

قدرتی ولی (Natural Guardian) مثلاً باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ نہیں ہوتا الا یہ کہ معلوم ہو جائے کہ اس سے پہلے بھی باپ یا دادا نے غلط جگہ بچی کا نکاح کر دیا تھا۔ اس صورت میں اسکو اس نکاح کے منسوخ کرانے کی وجوہات بیان کرنا ہونگی اور عدالت مطمئن ہونے کے بعد ہی تنسیخِ نکاح کی ڈگری جاری کرے گی۔ البتہ اگر بیوی ایسے نکاح کو ختم کرانا چاہے جو اسکے قانونی ولی (Legal Guardian) مثلاً چچا، ماموں یا ایسے ولی نے منعقد کیا ہو جو عدالت نے مقرر کیا ہو تو تنسیخ نکاح کیلئے بھی وجہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

۴ مبارات

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے کہ "اگر فریقین کو ڈر ہو کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت (شوہر کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں"۔ (سورۃ البقرہ ۲۲۸)۔ اس صورت میں دی گئی طلاق کو مبارات کہتے ہیں۔ یہ

طلاق کی وہ قسم ہے جس میں شوہر اور بیوی بغیر مقدمہ کئے باہمی رضامندی سے اپنا نکاح ختم کر سکتے ہیں۔ البتہ تنسیخ نکاح کیلئے جو شرائط ان کے مابین طے پا جائیں انہیں پورا کرنا فریقین کی قانونی ذمہ داری ہے۔ قرآنِ حکیم نے ان شرائط پر فریقین کو طلاق کی اجازت دی ہے۔

۵۔ ایلاء

ایلاء طلاق کی وہ قسم ہے جس میں شوہر لفظ طلاق نہیں کہتا، بلکہ بیوی سے ازدواجی تعلق ختم کرنے کی قسم کھالیتا ہے، مثلاً وہ قسم کھاتے ہوئے کہہ دے کہ آج سے میرا تمہارا تعلق ختم ہے۔ اگر شوہر چار ماہ تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائے اور قسم پوری کرلے تو یہ ایلاء ہے۔ چار ماہ سے کم کی قسم کھائے تو شرعاً ایلاء نہیں، البتہ اگر مطلق مقاربت نہ کرنے کی قسم کھالے یا کبھی مقاربت نہ کرنے کی قسم کھالے تو فی الفور طلاق بائن واقع ہو جائیگی۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے کہ:۔ "جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں ان کیلئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر انہوں نے رجوع کرلیا تو اللہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے"۔ (البقرہ ۲۲۵) چار ماہ کے دوران اگر شوہر قسم نہیں توڑتا اور اپنی بیوی سے رجوع نہیں کرتا تو پھر چار ماہ گزرنے کے بعد انکا نکاح ختم ہو جائے گا۔

۶۔ ظہار

ظہار طلاق کی وہ قسم ہے جس میں شوہر لفظ طلاق ادا کئے بغیر اپنی بیوی کو ماں، بہن یا کسی ایسے رشتے سے تشبیہ دیدیتا ہے جو نکاح کیلئے حرام ہوں۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے کہ "تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں بن جاتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرلیں پھر اپنی اس بات سے رجوع کرلیں جو انہوں نے کہی تھی تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ایک غلام آزاد کرنا ہوگا اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور جو

کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے قبل اسکے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مساکین کو (متوسط) کھانا کھلائے"۔ (سورۃ المجادلہ ۲۔۴) اس آیت کی رو سے ظہار کے بعد تین حیض کے دوران رجوع نہ کرنے کی صورت میں بیویاں انکے لئے حرام ہو جائیں گی اور طلاق موثر ہو جائیگی۔

۷۔ لعان

لعان کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شوہر اگر اپنی بیوی پر زنا کا الزام عائد کرے مگر اسکے پاس چار عینی گواہ نہ ہوں تو وہ قرآنِ حکیم کی سورۃ النور آیات ۶ تا ۹ کے مطابق عدالت کے سامنے چار دفعہ الزام دہرائے گا کہ میری بیوی زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور وہ پانچویں دفعہ یہ کہے گا کہ اگر یہ الزام غلط ہو تو مجھ پر خدا کا عذاب ہو۔ اسکے بعد بیوی کو بلایا جائیگا۔ اگر وہ جرم قبول کر لے تو اسے قانون کے مطابق سزا دیجائیگی لیکن اگر انکار کر دے تو وہ چار دفعہ عدالت کے روبرو کہے گی کہ مجھ پر زنا کا عائد کردہ الزام غلط ہے اور پانچویں دفعہ کہے گی کہ اگر یہ الزام صحیح ہو تو مجھ پر خدا کا عذاب ہو۔ لعان کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد عدالت حکمِ قرآنی کے مطابق انکا نکاح ختم کرنے کا فیصلہ کرے گی۔

شوہر کو بغیر گواہوں کے زنا کا الزام لگانے پر حدِ قذف کی سزا نہیں دی جائیگی اور نہ ہی شوہر کے الزام کی بنیاد پر بیوی کو سزا ہو گی لیکن اگر کوئی فریق لعان کی کاروائی میں شریک نہ ہو تو عدالت انہیں تعزیری سزا دے سکتی ہے۔ لعان کی کاروائی کی صورت میں اگر بیوی حاملہ ہو اور شوہر اس بچے کی ولدیت سے انکار کر دے تو اس کی ولدیت شوہر کی جانب منسوب نہیں ہو گی البتہ بچہ ماں کی جائیداد میں وارث ہو گا۔

دعویٰ تنسیخِ نکاح کی وجوہات

درج ذیل وجوہات میں سے کوئی بھی وجہ موجود ہو تو قانونِ تنسیخ نکاح مسلمانان ایکٹ ۱۹۳۹ء کے تحت بیوی تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر سکتی ہے۔

i) شوہر کی نسبت چار سال تک بیوی کو کوئی علم نہ ہو اور وہ لاپتہ ہو۔

ii) شوہر نے اپنی بیوی کو دو سال یا اس سے زائد عرصہ تک خرچہ یا نان ونفقہ ادا نہ کیا ہو۔

iii) شوہر نے بیوی کی رضامندی کے بغیر یا چیئرمین ثالثی کونسل سے دوسری شادی کا اجازت نامہ لئے بغیر دوسری شادی کر لی ہو

iv) شوہر کو کسی عدالت سے سات سال کی سزا کا حکم ہو چکا ہو۔

v) شوہر بلاوجہ تین سال سے حقوقِ زوجیت ادا کرنے میں ناکام رہا ہو۔

vi) بوقتِ شادی شوہر نامرد ہو اور یہ کیفیت جاری ہو۔

vii) شوہر عرصہ دو سال سے پاگل پن کا شکار ہو یا جذام یا ایسے ہی کسی اور مُوذی مرض میں مُبتلا ہو۔

viii) شوہر بیوی کو ذہنی اور جسمانی اذیت دیتا ہو۔

ix) شوہر مُجرمانہ یا غیر اَخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہو یا بیوی کو غیر اَخلاقی فعل پر مجبور کرتا ہو۔

x) شوہر بیوی کی منقولہ، غیر منقولہ جائیداد میں اس کی رضامندی کے بغیر تصرف کرے یا اس پر اس کی خرید وفروخت کے سلسلے میں پابندی عائد کرے۔

عِدت کی صُورت میں مطلقہ یا بیوہ کا حقِ نان ونفقہ

عدت کی دو ہی صُورتیں ہیں۔

(i) طلاق یا تنسیخِ نکاح کی کسی صورت میں

(ii) خاوند کی وفات کی صورت میں

دونوں صورتوں میں عدت کی مدت مختلف ہے۔ طلاق یا تنسیخ نکاح

کی صورت میں عدت کی مدت تین حیض یا تین ماہ ہے (الطلاق ۔۴)۔اس مدت کا شمار طلاق ہونے کے بعد شروع ہوگا۔شوہر کی وفات کی صورت میں عدت کی میعاد چار ماہ دس دن مقرر ہے (البقرۃ۔۲۳۴)، اَلبتہ طلاق یا تنسیخِ نکاح اور شوہر کی وفات کی صورت میں حاملہ عورت کی عدت زچگی تک ہے (الطلاق ۔۴)۔جہاں تک خرچے یا نان ونفقے کا تعلق ہے تو دورانِ عدت مطلقہ عورت اپنے شوہر سے خرچے یا نان ونفقہ کی حقدار ہے جو اس کی طرف سے انکار کی صورت میں بذریعہ عدالت بھی حاصل کی جا سکتی ہے کیونکہ یہ شوہر کی قانونی ذمہ داری ہے کہ دورانِ عدت نفقہ ادا کرے۔یہ ایک مذہبی فریضہ بھی ہے جسکا حکم قرآن مجید میں بھی ملتا ہے۔ (الطلاق ۔۶)۔مزید براں حکمِ قرآنی کی رو سے شوہر کی وفات کی صورت میں بیوہ ایک سال تک رہائش اور نان و نفقہ کی حقدار ہے۔(البقرۃ۔۲۴۰) جو متوفی شوہر کی جائیداد میں سے ادا کیا جائے گا اور یہ حق حقِ وراثت کے علاوہ ہے۔

شوہر کی وراثت میں بیوہ کا حصہ اور قانونی تحفظات

حکمِ قرآنی اور ملکی قانون کی رو سے بیویا پے لاولد متوفی شوہر کے ترکے (منقولہ وغیر منقولہ) میں سے ایک چوتھائی (1/4) اور اگر صاحبِ اولاد ہو تو آٹھویں حصے (1/8) کی حقدار ہوتی ہے۔

چونکہ شوہر کی وفات کے فوراً بعد بیوہ دیگر ورثاء کے ہمراہ اس کی جائیداد کی ملکیت میں برابر کی شریک ہوتی ہے اِسلئے کوئی دوسرا حصہ دار زبردستی اس کو اس کی جائے رہائش سے بیدخل نہیں کرسکتا۔جبراً بیدخل کردیے جانے کی صورت میں وہ زیرِ دفعہ ۹ قانونِ دادرسی مختص مجریہ ۱۸۷۷ء (Specific Relief Act,1877) دوبارہ قبضہ حاصل کرسکتی ہے تاہم ضروری ہے کہ دعویٰ بیدخل ہونے کے ۶ ماہ کے اندر اندر دائر کردیا جائے۔

شوہر سے علیحدہ رہنے کی صُورت میں بیوی کا حقِ نان ونفقہ

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ یہ مرد کی نہ صرف اخلاقی بلکہ قانونی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق بیوی بچوں کے نان ونفقے کا بندوبست کرے لیکن اگر ان کی آپس کی ناچاقی کی وجہ سے حالات اِس حد تک خراب ہو جائیں کہ شوہر اپنی بیوی کو گھر سے نکال دے یا بیوی کو مجبوراً شوہر سے علیحدہ رہنا پڑے تو نان ونفقہ کی ادائیگی سے اس کے انکار پر عدالتِ مجاز یا ثالثی کونسل اس بات کا تعین کرے گی کہ غلطی کس کی ہے۔ اگر غلطی شوہر کی ہو تو وہ خرچے یا نان ونفقے کی ادائیگی سے بری الذمہ نہیں ہو سکے گا۔ اگر وہ اسکی ادائیگی میں ناکام رہے یا جان بوجھ کر ادا نہ کرے تو بیوی زیر دفعہ ۹ مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء چیرمین ثالثی کونسل کو درخواست دے کر ادائیگی نفقہ کا حکم جاری کروا سکتی ہے یا عدالتی چارہ جوئی کے ذریعے اسے اس کی ادائیگی پر مجبور کر سکتی ہے۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بیوی بغیر کسی معقول وجہ کے شوہر کا گھر چھوڑ چکی ہے یا شوہر کے ساتھ رہنے سے انکاری ہے تو اس صورت میں وہ نان ونفقہ کی حقدار نہیں ہو گی البتہ بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری بہر حال باپ پر ہوتی ہے۔

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

نابالغ بچوں کی حضانت اور پرورش

ملکی قوانین کے مطابق نابالغ بچوں کی حضانت اور پرورش والدین کی ذمہ داری ہے اور وہی ان کے حقیقی ولی ہوتے ہیں لیکن والدین میں علیحدگی یا ان میں سے کسی ایک کی وفات کی صورت میں بچے کی حضانت اور پرورش کیلئے ولی کا تعین عدالت کرتی ہے جس میں بچے کے بہترین مفاد کو مدِنظر رکھا جاتا ہے۔

اسلامی قانون (سنی مکتبِ فکر) کے مطابق لڑکے کی صورت میں سات سال تک اور لڑکی کی صورت میں بلوغت تک حضانت کا حق ماں کو حاصل ہے جبکہ فقہ جعفریہ کے مطابق یہ حق لڑکے کی صورت میں دو سال تک اور لڑکی کی صورت میں سات سال تک ماں کو حاصل ہے۔ اس کے بعد حقِ حضانت باپ کو منتقل ہو جاتا ہے

والدین کی وفات کی صورت میں یا انکی دست برداری یا نااہل قرار دیئے جانے کی صورت میں نابالغ بچوں کی حضانت کا حق مندرجہ ذیل ترتیب سے منتقل ہوتا ہے۔

(i) نانی، پرنانی اور اُس سے اُوپر کا رشتہ

(ii) دادی، پردادی اور اُس سے اُوپر کا رشتہ

(iii) سگی بہن، پھر ماں شریک سوتیلی بہن (اخیافی)، پھر باپ شریک سوتیلی بہن (علاتی)، اور پھر اسی ترتیب سے انکی بیٹیاں

(iv) خالہ، پھر پھوپھی اور پھر اسی ترتیب سے ان کی بیٹیاں

(v) دادا، پردادا اور اس سے اوپر کا رشتہ

(vi) حقیقی بھائی، پھر ماں شریک سوتیلا بھائی اور پھر باپ شریک سوتیلا بھائی

(vii) چچا، پھر ماموں اور اسی ترتیب سے ان کے بیٹے

زیر دفعہ ۲۵ گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰ء بچے کے حق حضانت کا فیصلہ مجاز عدالت ہی کر سکتی ہے جس میں بچے کے بہترین مفاد کو مدِنظر رکھا جاتا ہے۔ اگر بچہ سمجھدار ہو تو عدالت اسکی رائے کا بھی احترام کرتی ہے۔

قانون مہر

زرِ مہر اور اسکی اقسام

نکاح کے وقت یا ازدواجی زندگی کے دوران بیوی کو خودسپردگی کے بدلے میں دیئے گئے حق کا نام زرمہر ہے۔زرمہر نقد رقم، زیورات یا کسی جائیداد کی صورت میں دیا جا سکتا ہے۔قرآنِ حکیم میں زرمہر کا تعین نہیں کیا گیا بلکہ یہ شوہر کی مالی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے اور حکم ہے کہ شوہر نکاح کے وقت اپنے مال میں سے اپنی بیویوں کو زرمہر ادا کریں (سورۃ النساء آیت ۲۴)۔دوسری جگہ حکم ہے کہ شوہر اپنی بیویوں کو انکے مہر خوش دلی سے ادا کریں۔(سورۃ النساء آیت ۴)

اسلام اور ملکی قوانین میں زرمہر کو بیوی کا ذاتی مال تسلیم کیا گیا ہے اسلئے اس پر بیوی کے والدین یا رشتے داروں کا کوئی حق نہیں۔بلوچستان میں نافذ العمل ایک قانون "ولور ایکٹ" کے تحت لڑکی کا والد جو رقم وصول

کرتا ہے اگر وہ مہر نہیں ہے تو شرعاً ناپسندیدہ ہے اور اگر وہ مہر ہے تو اس پر عورت کا حق ہے۔ ماں باپ، رشتہ دار یا ولی کو اپنے طور پر زرمہر کی معافی کا بھی اختیار نہیں ہے البتہ بیوی خود اپنی رضامندی سے شوہر کو زرمہر کا کچھ حصہ یا پورا زرمہر معاف کرسکتی ہے (النساء آیت ۴) جو زبانی یا تحریری طور پر دو گواہوں کی موجودگی میں ہونا ضروری ہے۔ زرمہر کی ادائیگی کے تنازعہ کی صورت میں اگر بیوی زرمہر کا مطالبہ کرے اور شوہر کہے کہ میں نے ادا کردیا ہے تو بارِ ثبوت اسکے ذمے ہے۔ زرمہر کی ادائیگی کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسے گواہوں کی موجودگی میں ہو جو بیوی کی رضامندی سے مقرر ہوں۔

شرعاً عورت اپنے آپ کو بلا مہر بھی ہبہ کرسکتی ہے۔ اسی طرح کسی خدمت یا تعلیم کو مہر قرار دیا جاسکتا ہے البتہ سوا بتیس روپے مہر مقرر کرنے کی قدیم رسم کو شرعی مہر قرار دینا درست نہیں ہے۔

زرمہر کی اقسام

1۔ مہرِ معجّل (Prompt Dower):۔

مہر معجّل ایسا مہر ہے جو نکاح کے بعد ازدواجی تعلق قائم ہونے سے پہلے یا بیوی کے مطالبہ پر قابلِ ادا ہوتا ہے اور اگر شوہر زرمہر ادا کرنے سے انکار کردے تو بیوی اس بنیاد پر شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کرسکتی ہے اور عدالت کے ذریعے شوہر سے زرمہر وصول کرسکتی ہے۔ زرمہر کی عدم ادائیگی کی صورت میں بیوی جتنا عرصہ بھی شوہر سے الگ رہے گی نان و نفقہ کی حقدار ہوگی۔ شوہر کی طرف سے زرمہر کی ادائیگی سے قطعی انکار کی صورت میں بیوی طلاق کا دعویٰ بھی دائر کرسکتی ہے اور ایسی طلاق اسکے زرمہر کے حق کو ختم نہیں کرتی۔ شوہر کے فوت ہوجانے کی صورت میں اسکے مال سے زرمہر کی ادائیگی کو دوسرے قرضوں پر فوقیت ہوگی۔ عدالتی فیصلوں کے مطابق اگر نکاح نامہ میں مہر معجّل یا مہر مؤجل (مہر غیر معجّل) کا تعین نہ کیا گیا ہو تو ایسے زرمہر کو مہر معجّل (Prompt Dower) ہی تصور کیا

جائیگا۔

2۔مہر مؤجل (Deferred Dower):-

اس سے مراد وہ مہر ہے جو بعد میں قابلِ ادا ہوتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں مہر یا اسکے کچھ حصے کی ادائیگی موخر کردی جاتی ہے جو ازدواجی تعلق ختم ہونے یعنی طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں قابلِ ادا ہو جاتا ہے۔ مہر مؤجل عام طور پر ازدواجی زندگی کے تحفظ کی ضمانت کے طور پر مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اگر شوہر بلاوجہ کسی وقت بیوی کو طلاق دیدے تو اسے مقرر کردہ مہر غیر مؤجل کی ادائیگی کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے۔ عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۶ کے مطابق اگر شوہر بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسری شادی کرلے تو بیوی کا مہر مؤجل فوری طور پر قابلِ ادا ہو جاتا ہے۔

3۔مہر مثل (Customery Dower) :-

اگر نکاح کے وقت زرمہر کا تعین نہ کیا جائے بلکہ فریقین اس بات پر رضامند ہوں کہ بعد میں مہر کا تعین کرلیا جائیگا تو حنفی مکتبۂ فکر کے مطابق یہ نکاح جائز ہوگا اور ازدواجی زندگی میں فریقین خود یا ثالثوں کے ذریعے زرمہر کا تعین کرسکتے ہیں۔ کسی تنازعہ کی صورت میں عدالت سے بھی زرمہر کا تعین کرایا جاسکتا ہے۔ عدالت زرمہر کے تعین کیلئے حسبِ ذیل امور کو مدِنظر رکھے گی۔

1۔ بیوی کے خاندان کی عورتوں مثلاً اسکی بہنوں اور پھوپھیوں وغیرہ کے مقرر کردہ مہر

2۔شوہر کی مالی حیثیت

ازدواجی تعلق قائم ہونے سے قبل طلاق کی صورت میں بیوی کا حقِ مہر:

قرآنِ حکیم کے ارشاد کے مطابق اگر شوہر اپنی بیوی کو ازدواجی تعلق قائم ہونے سے پہلے طلاق دیدے تو بیوی مقرر کردہ زرمہر کے نصف کی حقدار ہوگی اور اگر زرمہر مقرر نہیں تھا تو شوہر اپنی مالی حیثیت کے مطابق مناسب حق مہر کا نصف اور متاع طلاق (متعۃ الطلاق) ادا کرے گا۔ (سورۃ

الاحزاب آیت ۴۹)

قانونِ وراثت

اسلامی نظام میں وراثت اور تقسیمِ وراثت کی بڑی اہمیت ہے۔ وراثت کے اصول وضوابط قرآن نے خود بیان فرمادیئے ہیں جنکی تشریح سنت نبویؐ میں کی گئی ہے ضروری ہے کہ قرآنی حکم کے مطابق وراثت صحیح طریقے سے تقسیم کی جائے جس کے تفصیلی احکام ملکی قوانین میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے روگردانی یا کمی بیشی احکامِ قرآنی سے انکار کے مترادف ہوگی۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ۔ اللہ کے حکم کے مطابق وراثت تقسیم کرو اگر تم اللہ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتے ہو (النساء آیت 11-12)۔

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' ﴿حصہ اول﴾ انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال

تقسیمِ وراثت کے بنیادی اصول

۱) ورثاء تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں اپنے حق کے مطابق حصہ حاصل کرنے کے حقدار ہونگے نیز ورثاء کا تعین اور انکے حصوں کی تحدید شرعی احکام کے مطابق کی جائے گی۔

۲) ذوی الفروض کے حصے لازمی طور پر پہلے نکالے جائیں گے جن کے حصے شریعت نے مقرر فرمادیے ہیں۔ یہ تیرہ افراد ہیں جن میں چار مرد اور نو عورتیں شامل ہیں، یعنی باپ، دادا، اخیافی بھائی، شوہر، بیوی، والدہ، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن، اخیافی بہن، دادی اور نانی۔

۳) متوفی کے خونی رشتہ داروں میں سے نسل اور نسب میں نزدیک ترین یعنی پہلے درجے کے ورثاء دوسرے اور تیسرے درجے کے ورثاء کو وراثت سے محروم کردیتے ہیں۔ نسل میں نزدیک ترین بیٹا بیٹی ہیں، پھر پوتا پوتی اور پھر انکی اولاد خواہ کتنے نچلے درجے کی ہو۔ اسی طرح نسب میں نزدیک ترین ماں باپ ہیں، پھر دادا دادی خواہ کتنے اوپر درجے کے ہوں۔

۴) متوفی کی وراثت کے حقدار اس کے زندہ ورثاء ہی ہوں گے۔

۵) وراثت کی تقسیم متوفی کے مذہب اور فقہ کے مطابق ہوگی، نہ کہ ورثاء کے مذہب اور فقہ کے مطابق

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

تفصیلِ اثاثہ جات اور تقسیمِ وراثت کا طریقہ کار

متوفی اپنی حیات میں جس منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کا بلا شرکت غیرے مالک تھا، چاہے اس نے وہ جائیداد وراثت میں حاصل کی ہو یا اسے ہبہ کی گئی ہو یا اس کے حقوق اس نے خرید لئے ہوں وہ ساری جائیداد متوفی کی جائیداد تصور ہوگی جو لازمی ادائیگیوں کے بعد تقسیم ہوگی۔

تقسیمِ وراثت سے پہلے حسبِ ذیل امور پر عمل کرنا لازمی ہے۔

1۔ سب سے پہلے متوفی کی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کی فہرست مرتب کی جائیگی۔

۲۔ اگر متوفی نے اپنی زندگی میں ازدواجی رشتہ ختم کر دیا ہو تو اس صورت میں شوہر یا بیوی ایک دوسرے کی وراثت کے حقدار نہیں ہو نگے۔

۳۔ متوفی کے ذمہ واجب الادا قرضوں کی تفصیل، بیماری اور تجہیز و تکفین کے اخراجات، بیوی کا قابلِ ادائیگی زرمہر وغیرہ کی فہرست مرتب کی جائیگی۔

۴۔ متوفی نے اگر کسی کے حق میں وصیت کی ہو تو اسکی تفصیل مرتب ہو گی۔

طریقہ کار۔

کل اثاثہ جات (منقولہ و غیر منقولہ) میں سے متوفی کے ذمہ واجب الادا قرضہ جات، اسکی تدفین وغیرہ کے اخراجات، بیوی کا زرمہر اور عدت کی مدت تک کا نان ونفقہ سب منہا کیا جائیگا اور اگر متوفی نے کوئی وصیت کی ہے تو وہ بھی ایک تہائی تک منہا کی جائے گی اور بقیہ اثاثہ جات مستحق ورثاء میں تقسیم کیے جائیں گے۔

(ا) سنی مکتب فکر کے مطابق ورثاء کی تفصیل

سنی مکتبہ فکر کے مطابق ورثاء حسب ذیل ہوں گے۔

1۔ ذوی الفروض (Sharers)

2۔ عصبات (Residuaries)

3۔ ذوی الارحام (Uterine Relations)

1 ذوی الفروض

اسلامی قانونِ وراثت کے مطابق ذوی الفروض میں وہ ورثاء شامل ہیں جو مخصوص حالات میں مقررشدہ حصہ وصول کرتے ہیں۔ ذوی الفروض حسبِ ذیل ہیں۔

(i) باپ:

اگر متوفی کی اولاد ہو تو باپ کو جائیداد کا 1/6 حصہ ملے گا، اگر اولاد نہ ہو تو باقی حصہ بھی باپ کو بطورِ عصبہ ملے گا

(ii) دادا:

اگر باپ نہ ہو تو دادا کو 1/6 حصہ ملے گا، تاہم باپ کی موجودگی میں وہ محروم ہو جائیگا

(iii) ماں:

اگر متوفی کی اولاد ہو تو ماں کو جائیداد کا 1/6 حصہ ملے گا۔ اگر اولاد نہ ہو مگر دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو بھی ماں کو جائیداد کا 1/6 حصہ ملے گا۔ اگر اولاد یا بہن بھائی نہ ہوں تو اسے جائیداد کا 1/3 حصہ دیا جائے گا۔

(iv) دادی/نانی:

اگر ماں نہ ہو تو ماں کی جگہ دادی کو حصہ ملتا ہے اور دادی بھی نہ ہو تو ماں کا حصہ نانی کو ملتا ہے۔ تاہم باپ کی موجودگی میں دادی اور نانی محروم ہو جائیں گی اور ماں کا حصہ بھی باپ کو ملے گا۔

(v) شوہر:

اگر اولاد ہو تو شوہر کو جائیداد کا 1/4 حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہ ہو تو جائیداد کا 1/2 حصہ ملے گا۔

(vi) بیوی:

اگر اولاد ہو تو بیوی کو جائیداد کا 1/8 حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہ ہو تو جائیداد کا 1/4 حصہ ملے گا۔ دو یا دو سے زیادہ بیویوں کی صورت میں یہ حصہ برابر تقسیم ہو گا۔

© Copyright www.nayaab.net 2006 ”پاکستان کے بنیادی قوانین“ (حصہ اول) انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006

(vii) بیٹی:

اگر بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو جائیداد کا 1/2 حصہ ملے گا۔ دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کی صورت میں جائیداد کا 2/3 حصہ تمام بیٹیوں میں برابر تقسیم ہوگا، البتہ بیٹے کی موجودگی میں ترکہ ایک نسبت دو کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔ بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا۔

(viii) پوتی:

اگر بیٹی نہ ہو تو پوتی کو بیٹی کے برابر حصہ ملے گا۔ دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کی صورت میں پوتی جائیداد سے محروم رہے گی۔ ایک بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو جائیداد کا 1/6 حصہ ملے گا۔

(ix) سگی بہن:

اگر متوفی کی اولاد اور باپ نہ ہو تو ایک سگی بہن کو جائیداد کا 1/2 حصہ ملے گا۔ دو یا دو سے زیادہ سگی بہنوں کو 2/3 حصہ ملے گا البتہ بھائی کی موجودگی میں ترکہ ایک نسبت دو کے تناسب سے تقسیم ہوگا جس میں بہن کا ایک حصہ اور بھائی کے دو حصے ہونگے۔

(x) سوتیلے بہن بھائی (علاتی)

اگر متوفی کی اولاد، باپ اور سگے بہن بھائی نہ ہوں تو باپ شریک سوتیلی بہن (علاتی) کو سگی بہن کا حصہ ملے گا ورنہ محروم رہے گی۔ سوتیلے بھائی (علاتی) کی موجودگی میں سوتیلی بہن کا ایک حصہ اور سوتیلے بھائی کے دو حصے ہونگے۔

(xi) سوتیلے بہن بھائی (اخیافی): اگر متوفی کی اولاد، باپ اور سگے بہن بھائی نہ ہوں تو ایک ماں شریک سوتیلی بہن یا بھائی (اخیافی) کو جائیداد کا 1/6 حصہ ملے گا۔ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو 1/3 حصہ ملے گا (بہن بھائیوں کو برابر حصہ ملے گا)۔

(2) عصبات

عصبات میں وہ ورثاء شامل ہیں جن کے حصے قرآن و سنت میں مقرر نہیں ہیں بلکہ وہ ذوی الفروض کے مقرر حصے نکالنے کے بعد باقی بچے ہوئے

ترکے کے حقدار ہوتے ہیں اور جس میں قرآنی حکم کے مطابق عورت کا ایک حصہ اور مرد کے دو حصے ہونگے۔عصبات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(i) بیٹا، بیٹی۔

اگر بیٹا نہ ہوتو پوتا پوتی اور اگر پوتا نہ ہوتو پڑپوتا، پڑپوتی اور اسکے نیچے۔

(ii) باپ۔

بیٹا، پوتا یا پڑپوتا اور اس سے نچلے درجے کا کوئی وارث نہ ہوتو باپ کو حصہ ملتا ہے۔اگر باپ نہ ہوتو دادا اور اگر دادا نہ ہوتو پڑدادا (اور اس سے اوپر)۔

(iii) سگے بھائی بہن۔

اگر سگا بھائی نہ ہوتو سوتیلا بھائی،سوتیلی بہن ۔اگر سوتیلا بھائی نہ ہوتو سگا بھتیجا،سگی بھتیجی اور اگر سگا بھتیجا نہ ہوتو سوتیلا بھتیجا،سوتیلی بھتیجی۔

(iv) چچا، پھوپھی۔

اگر چچا نہ ہوتو چچا زاد بھائی

(v) باپ کا چچا،باپ کی پھوپھی۔اگر باپ کا چچا نہ ہوتو باپ کا چچا زاد بھائی،باپ کی چچا زاد بہن

(3) ذوی الارحام (Uterine Relations) ذوی الارحام میں وہ ورثاء شامل ہیں جن کا رشتہ متوفی کے ساتھ کسی عورت کے واسطے سے ہو۔انہیں صرف اس صورت حصہ ملتا ہے جب ذوی الفروض یا عصبات میں سے کوئی وارث موجود نہ ہو۔ذوی الارحام میں حسب ذیل ورثاء شامل ہیں۔

(i) بیٹی کی اولاد (نواسے،نواسیاں)۔اگر نواسہ یا نواسی نہ ہوتو پوتی کی اولاد اور اگر پوتی کی اولاد نہ ہوتو بھتیجی کی اولاد۔اگر بھتیجی کی اولاد بھی نہ ہوتو بھانجی کی اولاد۔

(ii) نانا اور اگر نانا نہ ہوتو پڑنانا اور اس سے اوپر۔

(iii) اگر نانا یا پڑنانا نہ ہوتو ماموں اور خالہ اور ان کی غیر موجودگی میں ان کی اولاد۔

(ب) فقہ جعفریہ کے مطابق ورثاء کی تفصیل

فقہ جعفریہ میں سارے ورثا ءکو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) ذوی الفروض جن کے حصے قرآن میں مقرر ہیں اور جن پر سب کا اتفاق ہے۔

(2)عصبات جو باقی ماندہ تر کے کے حقدار ہوتے ہیں۔

فقہ جعفریہ میں خون کے رشتے کے ورثا ءکو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے درجے کے ورثا ءکی موجودگی میں دوسرے اور تیسرے درجے کے ورثا محروم رہتے ہیں۔ پہلے درجے کے ورثا ءکی غیر موجودگی میں دوسرے اور دوسرے درجے کے ورثا ءکی غیر موجودگی میں تیسرے درجے کے ورثا ءکو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ البتہ میاں بیوی کسی بھی درجے کے ورثا ءکے ساتھ ایک دوسرے کے ترکہ میں اپنے مقررہ حصے کے حقدار ہوتے ہیں۔

پہلے درجے کے ورثاء

پہلے درجے کے ورثاء میں ماں باپ اور بیٹا بیٹی اور انکی اولاد، خواہ کتنے نیچے درجہ کی ہو، شامل ہیں۔ اولاد کی موجودگی میں متوفی کے ترکے میں ماں باپ کو چھٹا 1/6 حصہ ملتا ہے۔ البتہ اگر اولاد موجود نہ ہو تو ماں کو ترکے کا تیسرا حصہ (1/3) اور باقی سارا باپ کو ملے گا۔

دوسرے درجے کے ورثاء

دوسرے درجے کے ورثاء میں دادے دادیاں نانے نانیاں اور بھائی بہن اور انکی اولاد شامل ہے۔ بھائی بہنوں کی غیر موجودگی میں سارا ترکہ دادوں دادیوں کی صورت میں ایک نسبت دو کے تناسب سے اور نانوں نانیوں کی صورت میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔ بیک وقت سب کی موجودگی میں دادوں دادیوں کو دو تہائی اور نانوں نانیوں کو ایک تہائی ملے گا، اور اگر متوفی کے بہن بھائی یا انکی اولاد بھی موجود ہو تو دادوں نانوں کو بھائی کا اور دادیوں نانیوں کو بہن کا درجہ دیکر حصہ دیا جائے گا۔

تیسرے درجے کے ورثاء

تیسرے درجے کے ورثاء میں چاچے، پھوپھیاں، ماموں، خالائیں اور انکی اولاد شامل ہے۔چچاؤں اور پھوپھیوں کوترکے کادوتہائی حصہ ملے گا اور بقیہ ایک تہائی ماموں اور خالاؤں کو ملے گا۔ انکی غیر موجودگی میں انکی اولادکوقائم مقام ہونے کی حیثیت سے حصہ ملے گا۔

یتیم پوتے پوتیوں اورنواسے نواسیوں کاحقِ وراثت

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۴ کے تحت اگر متوفی کا بیٹا یا بیٹی انکی زندگی میں وفات پا جائے تو انکی وفات کے بعد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں اپنے ماں باپ کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے ان کا حصہ وصول کریں گے اورانہیں دادااورنانا کی وراثت میں وہی حصہ ملے گا جوانکے والدین زندہ ہونے کی صورت میں وصول کرتے۔

مذکورہ دفعہ ۴ میں ترمیم کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی ہے کہ "اگرمورث کی زندگی میں اس کا کوئی لڑکایالڑکی فوت ہوجائے جبکہ مورث کا کوئی اور بیٹا یا بیٹےمورث کی وفات کے وقت زندہ ہوں تو اس لڑکے یالڑکی کی اولاداپنے دادایانانا کےترکہ میں اتنا حصہ پائے گی جتنے حصے کی وصیت انکے نانایا دادانے ان کے حق میں کی ہوبشرطیکہ وہ وصیت مجموعی طور پر میت کےترکہ سے ابتدائی واجبات ادا کرنے کے بعد کل ترکے کے ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔ البتہ اگر دادایا نانا نے مذکورہ اولاد کےحق میں کوئی وصیت نہ کی ہوتو اس دادایانانا کےورثاء پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ اولادکو اتنا نفقہ ادا کریں جتنا کہ عائلی عدالت متعلقہ امور پر غور کرنے کےبعد اسلامی شریعت کےمطابق ان کیلئے تجویز کرے"۔

(دسویں رپورٹ مسلم عائلی قوانین صفحہ ۳۰) وفاقی شرعی عدالت نے مقدمہ اللہ رکھابنام فیڈریشن آف پاکستان (پی ایل جے ۲۰۰۰ـ۳۶) میں دادایا نانا کیلئے ایسی وصیت لازمی قرار دی ہے تا ہم یہ فیصلہ سپریم کورٹ میں زیر اپیل ہے۔

عاق کا اسلامی تصور

قرآن وسنت میں اولاد کو عاق کرنے کے مروجہ طریقہ کار کا کوئی تصور نہیں ہے اور نہ ہی ملکی قانون اسکو تسلیم کرتا ہے اسلئے ایسے عاق نامہ کی کوئی وقعت نہیں اور باوجود عاق نامہ کے اعلان کے وہ شخص وراثت میں اپنے حصے کا حقدار ہوگا۔

وصیت (Bequest)

قرآن مجید وراثت کا قانون مقرر کرنے کے ساتھ آدمی کو مرنے سے پہلے اپنے ترکے کے بارے میں وصیت کرنے کی بھی ہدایت دیتا ہے۔کوئی بھی عاقل بالغ شخص اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے بارے میں وصیت کرسکتا ہے جو زبانی اور تحریری طرح ہوسکتی ہے۔دونوں وصیت کرتے وقت دو مسلمان عاقل وبالغ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی بطور گواہ موجودگی ضروری ہے البتہ موت کے وقت اگر مسلمان گواہ موجود نہ ہوں تو اہلِ کتاب میں سے عادل اور عاقل و بالغ دو مردوں کی گواہی بھی کافی ہے۔

فرمان نبویؐ کے مطابق وصیت کی اجازت صرف ایک تہائی تک ہے اور صرف ان لوگوں کے حق میں جائز ہے جو ورثاء کی فہرست میں شامل نہ ہوں ۔اس اصول کے تحت والدین کی موجودگی میں بہن بھائی اور دادا دادی کے حق میں وصیت ہوسکتی ہے کیونکہ والدین کی موجودگی میں یہ وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں۔اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں وارث کے حق میں یا کسی غیر وارث کے حق میں ایک تہائی سے زیادہ جائیداد کی وصیت کردے تو ورثاء اس وصیت کو عدالت میں چیلنج کرسکتے ہیں اور ایک تہائی سے زائد وصیت کو منسوخ کراسکتے ہیں۔

وراثت سے محرومی کی وجوہات

حسب ذیل وجوہات کی بناء پر کسی وارث کو وراثت کے حق سے محروم کیا جاسکتا ہے:۔

1۔ غیر مسلم شخص کسی مسلم کا وارث نہیں ہوسکتا۔

2۔ قاتل کو مقتول کی وراثت میں حصہ نہیں ملتا۔ مثلاً باپ اگر بیٹے کو یا بیٹا باپ کو قتل کر دے تو ایسا قاتل باپ یا بیٹا وراثت کا حقدار نہیں ہوگا۔

3۔ حرام النسب شخص اپنے والدین کی جائیداد کا وارث نہیں ہوسکتا۔ (بغیر نکاح کے پیدا ہونے والی اولاد حرام النسب کہلاتی ہے)۔

عورت کے حقِ وراثت کیلئے قانونی تحفظات

کسی بھی شخص کی وفات کے فوراً بعد تمام ورثاء اسکے ترکے میں اپنے حصے کے حقدار ہو جاتے ہیں جنہیں کسی بھی صورت اپنے حصے سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ ان مستحق ورثاء میں عورتیں بھی شامل ہیں لیکن انہیں عموماً مختلف حیلوں بہانوں سے انکے حقوق وراثت سے محروم کیا جاتا ہے۔

سپریم کورٹ کے فیصلے (پی۔ایل۔ڈی ۱۹۹۰ صفحہ ۱) کے مطابق ماں، بہن، بیوی یا بیٹی کو زندگی میں دیئے گئے تحائف یا دیگر اخراجات کی وجہ سے ان کے حقِ وراثت سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح بیٹی کی شادی پر اُٹھنے والے اخراجات، جہیز اور دیگر تحائف حقِ وراثت کا نعم البدل نہیں ہیں نہ بیوی کو مہر کی ادائیگی اسکے حقِ وراثت کو متاثر کرتی ہے۔ ملکی قوانین کے مطابق یہ متعلقہ اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ متوفی کی جائیداد اسکے تمام ورثاء خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں (ماں، بہن، بیوی یا بیٹی) کے نام منتقل کرے۔ جائیداد کے انتقال کے بعد کوئی وارث اپنا حصہ کسی کو فروخت یا ھبہ کرنا چاہے تو اسے اسکا اختیار ہے لیکن کسی وارث کے نام جائیداد منتقل کئے بغیر اس کا ھبہ کرنا مشکوک سمجھا جائے گا۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے تجویز کیا ہے کہ نمبر دار، چیئرمین یونین کونسل یا کونسلر علاقہ کی ذمہ داری ہوگی کہ تیس دن کے اندر متوفی کی جائیداد اور ترکہ کی فہرست کا تعین کر کے اس کے ورثاء کے حصوں کو واضح کرے۔

بنک اکاونٹ کی صورت میں فیصلہ ہونے سے قبل تجہیز و تکفین کی غرض سے کسی ایک وارث کو کم از کم دس ہزار روپے عدالت کے فیصلے کے بغیر بنک منیجر گواہوں کی تصدیق کے ساتھ دیدے تاکہ ورثاء کی مشکلات میں آسانی ہو۔

قانونِ ہبہ

ہبہ

ایک شخص کا کسی دوسرے شخص کو اپنی جائیداد فوراً اور بلا کسی معاوضہ کے منتقل کر دینا اور اسکا یا اس کے کسی نامزد کردہ شخص کا قبضہ کر لینا ہبہ ہے۔ ہبہ ایجاب وہ قبول سے منعقد ہو جاتا ہے اور قبضہ سے اس کی تکمیل ہوتی ہے۔

تحریر لازمی نہیں ہے

ہبہ زبانی یا تحریری دونوں صورتوں میں ہوسکتا ہے مگر قانونی مشکلات اور پیچیدگیوں سے بچنے کیلئے اسے تحریر میں لانا اور رجسٹرڈ کرنا بہتر ہے۔

ہبہ کرنے کے اہل اشخاص

ہر وہ شخص جو عاقل، بالغ اور جائیداد کا قانونی مالک ہو، اپنی جائیداد بذریعہ ہبہ منتقل کرنے کا مجاز ہے۔

ہبہ کی شرائط

ہبہ کے جواز کیلئے حسب ذیل شرائط لازمی ہیں۔

(1) ہبہ کرنے والے کا ایجاب

(2) جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو اسکا قبول کرنا

(3) جائیداد کی ملکیت اور قبضہ منتقل کرنا

منتقلی قبضہ کی مختلف صورتیں

(1) منتقلی قبضہ کی تین صورتیں ہیں۔ اگر غیر منقولہ جائیداد ہبہ کرنے والے کے اپنے قبضہ میں ہو تو اس کیلئے لازم ہے کہ ہبہ کے بعد جائیداد کا قبضہ اس شخص کو منتقل کردے۔

(2) اگر ایسی جائیداد کرایہ داروں کے تصرف میں ہو تو کرایہ داروں کو ہبہ کی اطلاع دیدینا اور جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو اسکو کرایہ ادا کرنے کی ہدایت کردینا کافی ہے۔

(3) اگر ہبہ کرنے والا اور جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو، دونوں ایسی جائیداد میں رہائش پذیر ہوں تو ایسی جائیداد غیر منقولہ کے ہبہ کے کی تکمیل کیلئے ہبہ کرنے والے کا اعلان ہی کافی ہے جس سے انتقال قبضہ اور جائیداد پر تصرف سے دستبرداری کی واضح نیت ظاہر ہوتی ہو۔

باپ یا دوسرے ولی کی طرف سے نابالغ کے نام ہبہ

باپ کی طرف سے اپنی نابالغ اولاد یا کسی ولی کی طرف سے اپنے زیرتحویل نابالغ فرد (ward) کے حق میں ہبہ کی صورت میں تبدیلی قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف نیک نیتی سے ہبہ کا ارادہ اور اسکا اظہار کافی ہے۔

باپ یا ولی کے علاوہ کسی دیگر شخص کی طرف سے نابالغ کے نام ہبہ

جو ہبہ نابالغ یا ناقص العقل کے حق میں باپ یا ولی کے سوا کسی اور شخص نے کیا ہو تو وہ اسکے باپ یا ولی کو جائیداد کا قبضہ دے کر کامل کیا جاسکتا ہے۔ اسکے علاوہ ہبہ اس وقت بھی کامل سمجھا جائے گا جب کوئی

"پاکستان کے بنیادی قوانین" ﴿حصہ اول﴾ انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006 © Copyright www.nayaab.net

نابالغ بلوغت کو پہنچنے کے بعد خود قبضہ حاصل کر لے۔

مشاع

جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں غیر تقسیم شدہ حصے کو "مشاع" کہتے ہیں جو قابل تقسیم بھی ہوسکتا ہے اور نا قابل تقسیم بھی۔

مشاع کا ہبہ جب جائیداد نا قابلِ تقسیم ہو

ایسی غیر تقسیم شدہ جائیداد (مشاع) کا ہبہ نا جائز ہے جو نا قابلِ تقسیم ہو۔ البتہ اگر جائیداد آسانی سے تقسیم ہو سکے تو ایسا ہبہ جائز ہوگا بشرطیکہ جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو اس کو اس کا حصہ علیحدہ کر کے دے دیا جائے۔

مشاع کا ہبہ جب جائیداد قابلِ تقسیم ہو

ایسی غیر تقسیم شدہ جائیداد کا ہبہ، جو قابلِ تقسیم ہو لیکن تقسیم نہ کی گئی ہو، فاسد ہے باطل نہیں، لہذا اس کی تکمیل و اصلاح بعد میں جائیداد تقسیم کرنے اور جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو اس کا حصہ اسکے حوالے کر دینے سے ہوسکتی ہے۔ اگر ایک بار قبضہ حاصل کر لیا جائے تو ہبہ جائز قرار پائے گا۔

ہبہ جس کا نفاذ مستقبل میں ہو

کسی ایسی شے کا ہبہ نہیں ہوسکتا جس کا وجود نہ ہو یا اس کا نفاذ کسی آئندہ وقت پر اٹھا رکھا گیا ہو خواہ وہ وقت معین ہو یا غیر معین۔ مثلاً ایک شخص "الف" دوسرے شخص "ب" کے نام ان الفاظ میں ہبہ لکھے کہ "میری موت کے بعد تم میری جائیداد کے بذریعہ ہبہ مالک ہو نگے" تو یہ ہبہ قانونی طور پر قابل نفاذ نہ ہے کیونکہ اسکے ساتھ قبضہ نہیں دیا گیا اور اسکا نفاذ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک "الف" فوت نہ ہو جائے۔

قرض خواہوں کو فریب دینے کیلئے ہبہ

ہر انتقال جائیداد میں، جو بذریعہ ہبہ کی گئی ہو، ہبہ کرنے والے کی نیک نیتی کا ہونا ضروری ہے۔ کوئی بھی ایسا ہبہ جو ہبہ کرنے والے نے قرض خواہ کو فریب دینے کیلئے کیا ہو، قرض خواہ کی خواہش پر قابلِ تنسیخ ہوگا۔

تنسیخِ ہبہ

ہبہ کرنیوالا مجاز ہے کہ جائیداد کا قبضہ سپرد کرنے سے پہلے جس وقت چاہے ہبہ کو منسوخ کردے کیونکہ سپردگی سے قبل ہبہ مکمل نہیں ہوتا۔ قبضہ کی منتقلی کے بعد ہبہ کرنیوالا ہبہ کو منسوخ نہیں کرسکتا۔

مشروط ہبہ

جب ہبہ کسی ایسی شرط کے ساتھ مشروط کی جائے جو اسکی تکمیل میں مانع ہو تو ایسی شرط کالعدم ہوگی اور ہبہ کا نفاذ اسطرح ہوگا گویا اسکے ساتھ کوئی شرط لگائی ہی نہیں گئی تھی۔ ہمارے تمام علماء اس امر پر متفق ہیں کہ جب کوئی شخص ہبہ کرے اور اس کے ساتھ کوئی فاسد شرط لگادے تو ہبہ جائز اور شرط کالعدم ہوتی ہے۔ مثلاً اس شرط کے ساتھ ہبہ کرنا کہ "یہ عمر بھر کیلئے تجھے ہبہ ہے اور جب تو مرجائے گا تو یہ میری طرف واپس لوٹ آئے گی" جائز اور شرط کالعدم ہے۔

ہبہ بالعوض

ہبہ بالعوض ایسا ہبہ ہے جو بدل کے معاوضہ میں کیا جائے۔ یہ در حقیقت ایک بیع ہے اور اسمیں معاہدہ بیع کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں لہٰذا اس میں انتقال ملکیت کی تکمیل کیلئے سپردگی قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ ہبہ میں لازمی ہے۔ اسکے ذریعہ جائیداد قابل تقسیم کا غیر تقسیم شدہ حصہ بھی منتقل ہوسکتا ہے، گر چہ ہبہ کی صورت میں ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ اسیمعاہدہ کے جواز کیلئے دو شرطوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(1) ہبہ کرنیوالے کی طرف سے حقیقی طور پر عوض کی ادائیگی اور

(2) ہبہ کرنیوالے کی نیک نیتی کے ساتھ فی الفور جائیداد سے دستبرداری اور قبضہ کی سپردگی کا ارادہ۔

عوض فریقین کی باہمی رضامندی سے مقرر کیا جاسکتا ہے مگر اسکا حقیقی طور پر اور نیک نیتی سے ادا کیا جانا ضروری ہے۔

ہبہ بشرط العوض

© Copyright www.nayaab.net

جب کوئی ہبہ معاوضے کی شرط کیساتھ کیا جائے تو وہ ہبہ بشرط العوض کہلائے گا۔ ایسے ہبہ میں بھی سادہ ہبہ کی طرح قبضہ کی سپردگی لازمی ہے اور یہ ہبہ قابلِ منسوخی بھی ہے، لیکن جب ہبہ قبول کرنے والا عوض ادا کر دے تو وہ نا قابلِ تنسیخ ہو جاتا ہے۔

وارثوں اور غیر وارثوں کے حق میں ہبہ بالوصیت

جب ایک ہی وصیت نامہ کے ذریعہ جائیداد وارث اور غیر وارث کے حق میں ہبہ کی جائے تو یہ وصیت دیگر ورثاء کی عدم رضامندی کی صورت میں وارث کے حق میں عمل پذیر نہ ہوگی البتہ غیر وارث کے حق میں جائیداد کی ایک تہائی حصے تک جائز ہوگی، مثلاً ایک شخص اپنی جائیداد اپنی بیوی اور ایک غیر وارث کو ہبہ کرنے کی وصیت کر دے اور اس کے دیگر ورثاء بیوی کے حق میں وصیت پر رضامند نہ ہوں تو حسبِ وصیت غیر وارث کو جائیداد کا ایک تہائی حصہ ملے گا اور بقیہ دو تہائی شرعی ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

خیراتی کاموں کے لئے وصیت

خیراتی کاموں کیلئے بھی ہبہ بالوصیت جائیداد کے ایک تہائی حصے کی حد تک کیا جا سکتا ہے۔

ہبہ بالوصیت کی گئی چیز کا موجود نہ ہونا

ہبہ بالوصیت کے جواز کیلئے یہ لازمی نہیں ہے کہ جس شے کو ہبہ کیا گیا ہے وہ وصیت کرتے وقت موجود ہو۔ اتنا کافی ہے کہ ایسی شے ہبہ کرنیوالے کی موت کے وقت موجود ہو۔

ہبہ بحالتِ مرض الموت

جو ہبہ ایک مسلمان مرض الموت میں کر دے، وہ مصارف تجہیز و تکفین اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد اسکی جائیداد کے ایک تہائی حصے سے زیادہ پر موثر نہیں ہوگا جب تک کہ اسکے ورثاء زیادہ دینے پر رضامند نہ ہوں اور نہ ہی اس قسم کا ہبہ کسی وارث کے حق میں موثر ہو سکتا ہے جب تک کہ دوسرے ورثاء اس پر اپنی رضامندی کا اظہار نہ کر دیں۔

مرض الموت سے مراد وہ کیفیت ہے جس میں مبتلا شخص کا کسی وقت بھی مر جانے کا اندیشہ ہو یا ایسی بیماری میں مبتلا ہونا جس کا نتیجہ موت ہو لیکن ایسے معمر شخص کا یہ اندیشہ کہ چونکہ وہ بوڑھا ہو چکا ہے اسلئے وہ اچانک مر سکتا ہے، مرض الموت نہیں ہے۔ یہ سوال کہ آیا کوئی مرض اس نوعیت یا قسم کا تھا کہ اس نے ایسے شخص میں، جو موت واقع ہونے کا یقین کر چکا ہو، یہ تاثر پیدا کر دیا ہو کہ اس مرض سے اسکی موت واقع ہو جائے گی، یا اس مرض سے اس میں موت کی تشویش پیدا ہو گئی ہو، اس کا دارومدار دستاویز ہبہ کی تحریر کے وقت ہبہ کرنے والے کی ذہنی کیفیت پر موقوف ہے۔ اس امر کا کسی خارجی معیار کے مطابق براہ راست کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا لیکن بعض تسلیم شدہ اور توثیق شدہ حقائق سے یہ بات اخذ کی جا سکتی ہے کہ جو ہبہ متوقع موت کے خیال کے زیر اثر کیا گیا ہو، مرض الموت کے اصول کی زد میں آتا ہے یا نہیں۔ مرض الموت کے وجود کا بارِ ثبوت مدعی پر ہوتا ہے۔

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' ﴿حصہ اول﴾ انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال

قانونِ وقف

وقف

کسی چیز کے منافع اور فوائد کو خیر کے مقاصد کیلئے صدقہ کرنا، کہ ملکیت واقف (وقف کرنے والے) کے پاس رہے اور فوائد شرائط کے مطابق صرف ہوں، وقف کہلاتا ہے۔ واقف اپنی موقوفہ جائیداد کو واپس بھی لے سکتا ہے یا اسے بیچ بھی سکتا ہے تاوقتیکہ واقف اس کا ولی مقرر کر کے اس کو مستقل طور پر قبضہ نہ دیدے یا حاکم عدالتی فیصلہ کے ذریعے اس وقف سے واقف کو لاتعلق نہ قرار دیدے یا اس کی موت نہ واقع ہو جائے۔ وقف مندرجہ ذیل تین صورتوں میں لازم ہوگا:۔

۱۔ حکمِ حاکم

۲۔ موت کے بعد وقف کرنا۔ یہ وصیت کی صورت ہوگی اور ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوگی۔

۳۔ مسجد کیلئے وقف کرنا۔ جب ایک شخص نے نماز ادا کی تو یہ فی الفور نافذ ہو جائے گی۔

وقف کی تعریف کے بارے میں آئمہ کرام میں کافی اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ وقف کا واقف کی ملکیت سے نکلنے کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک وقف کے منافع عامۃ الناس کی بھلائی کیلئے خرچ ہوں گے جبکہ وقف کی ملکیت واقف کے پاس رہے گی۔ تقریباً یہی مسلک امام مالک کا ہے۔ موجودہ قانون کی تشریح میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے وہ دیگر آئمہ کا ہے اور انکے ساتھ صاحبین بھی شامل ہیں۔

وقف کرنے کے اہل اشخاص

ہر مسلمان جو عاقل، بالغ اور جائیداد کا قانونی مالک ہو اپنی جائیداد وقف کرسکتا ہے۔

© Copyright www.nayaab.net

وقف کرنے کا طریقہ کار

وقف زبانی یا تحریری دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ اعلانِ وقف کے بعد منقولہ جائیداد کا متولی کے سپرد کر دینا ہی کافی ہے لیکن غیر منقولہ جائیداد کی صورت میں اگر اس کی قیمت ایک سو یا ایک سو روپے سے زیادہ ہو تو اسکی رجسٹری پاکستان کے قانون رجسٹری مجریہ ۱۹۰۸ء کے تحت لازمی ہو گی۔ اگر واقف نے خود اپنے آپ کو وقف کیے ہوئے جائیداد کا واحد متولی قرار دیا ہو تو ایسا وقف صرف اعلانِ وقف سے کامل ہو جاتا ہے۔ وقف کا بانی خود کو پہلا متولی قرار دے سکتا ہے۔ چونکہ اس صورت میں واقف اور متولی ایک ہی شخص ہے، اسلئے حقیقی قبضہ کی منتقلی ضروری نہیں ہے لیکن دوسری صورت میں وقف اسوقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ واقف اعلانِ وقف کے علاوہ کسی شخص کو متولی مقرر کر کے جائیداد موقوفہ اس کے حوالہ نہ کر دے۔ کسی دوسرے متولی کو سپردگی قبضہ کے بعد واقف کو متولی کی برطرفی کا اختیار نہیں رہتا، سوائے اسکے کہ اس نے وقف نامہ میں واضح طور پر ایسا اختیار اپنے لئے محفوظ کر لیا ہو۔

وقف کی شرائط

وقف کی شرائط نص کی طرح ہیں اور ان پر عمل واجب ہے۔ چونکہ وقف مستقل ہوگا، اس لئے کسی معین مدت مثلاً ایک سال یا دس سال کیلئے وقف نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں وقف کے مقاصد بھی مستقل نوعیت کے ہونے چاہئیں۔ کوئی شخص اپنی زندگی میں (مرض الموت سے قبل) اپنی تمام جائیداد وقف کر سکتا ہے تاہم مرض الموت یا وصیت کی صورت میں صرف ایک تہائی جائیداد بذریعہ وقف منتقل کی جا سکتی ہے۔

وقف کے مقاصد

اسلامی شریعت کے مطابق وقف کے مقاصد مذہبی، رفاعی یا خیراتی ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں کوئی بھی شخص اپنے خاندان اور بچوں کے حق میں بھی وقف کرسکتا ہے، جسے وقف علی الاولاد کہا جاتا ہے۔ وقف کے مقاصد درج ذیل ہیں۔

(1) مساجد کی تعمیر، دیکھ بھال کے اخراجات اور امام کی تنخواہ وغیرہ کیلئے۔

(2) تعلیمی ادارے کھولنے اور انکے انتظامی اخراجات کیلئے۔

(3) پلوں، سڑکوں اور سراؤں کی تعمیر اور انتظامات کے اخراجات کیلئے۔

(4) غریبوں اور محتاجوں کی مالی امداد کیلئے تاکہ وہ فریضہ حج ادا کرسکیں۔

(5) محتاج رشتہ داروں اور دست نگر اشخاص کی نگہداشت کیلئے۔

اصولِ سائپرس (Cypres) یا اصولِ تقریبی

اگر کسی وقف کے مقاصد پورے ہو گئے ہوں یا اس مقصد کی ضرورت باقی نہ رہے تو اس صورت میں وقف کی آمدنی وقف سے ملتے جلتے دوسرے مقاصد کیلئے استعمال ہو سکتی ہے، مثلاً اگر کسی پل کی تعمیر کیلئے جائیداد وقف کی گئی ہے تو اس پل کی تعمیر کے بعد وقف کی جو رقم باقی بچے گی وہ کسی سڑک یا پل بنانے کیلئے استعمال ہو سکتی ہے۔

قرض خواہوں کو فریب دینے کی غرض سے وقف

جو وقف قرض خواہوں کو محروم رکھنے یا انہیں فریب دینے کی غرض سے کیا جائے وہ ناجائز ہے اور اسے قرض خواہ بذریعہ عدالت منسوخ کرا سکتے ہیں۔

متولی

وقف قائم ہوتے ہی جائیداد کا قبضہ متولی کو منتقل ہو جاتا ہے جو

صرف جائیداد کا منتظم ہوتا ہے۔ واقف کسی بھی شخص کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت یا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، متولی نامزد کرسکتا ہے۔ تاہم ایسے امور یا فرائض، جو صرف مرد سرانجام دے سکتے ہیں، ان میں عورت متولی نہیں بن سکتی۔ اسی طرح ایسے معاملات جو صرف مسلمان سرانجام دے سکتے ہیں، مثلاً مساجد یا مذہبی اداروں کے انتظامات وغیرہ، ان میں غیر مسلم کا متولی مقرر کیا جانا جائز نہیں۔ کسی نابالغ یا ذہنی طور پر معذور شخص کو متولی نامزد نہیں کیا جا سکتا تاہم اگر واقف کی وصیت کے مطابق کوئی نابالغ یا ذہنی طور پر معذور شخص متولی نامزد ہو جائے تو عدالت عبوری مدت کے دوران کسی دوسرے شخص کو متولی مقرر کرسکتی ہے۔

متولی کا تقرر

متولی کا تقرر حسب ذیل طریقوں سے ہوسکتا ہے:۔

(1) واقف کو اختیار ہے کہ پہلا متولی خود مقرر کرے اور وقف کے انتظام اور متولیوں کے یکے بعد دیگرے مقرر کیے جانے کا منصوبہ بنائے۔ وہ متولیوں کو نام بنام بھی مقرر کرسکتا ہے یا ان لوگوں کی اہلیت کا تعین کرسکتا ہے جن سے آئندہ متولی منتخب ہوں۔ اس طرح وہ متولی کو یہ اختیار بھی دے سکتا ہے کہ وہ اپنے مرنے یا وقف سے علیحدگی کی صورت میں کسی دوسرے شخص کو اپنا جانشین نامزد کرے۔

(2) جب مقرر کردہ متولی مرجائے، یا بطور متولی کام کرنے سے انکار کردے یا عدالت اسے علیحدہ کردے اور اسکی جگہ کوئی نئی نامزدگی نہ ہو تو عدالت متولی مقرر کرنے کی مجاز ہے۔ عدالت متولی کا تقرر کرتے وقت عمومی طور پر واقف کی ہدایات کو مدِنظر رکھے گی۔

متولی کا معاوضہ خدمت

متولی کا معاوضہ خدمت خود واقف مقرر کرسکتا ہے۔ یہ معاوضہ ایک مقررہ رقم یا جائیداد وقف کی وہ آمدنی ہوسکتی ہے جو وقف کی نگہداشت کے ضروری مصارف کے بعد بچ رہے۔ اگر واقف نے متولی کی خدمت کا کوئی معاوضہ مقرر نہیں کیا ہے تو عدالت اس کیلئے معقول رقم مقرر کرسکتی

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' ﴿حصہ اول﴾ انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال

ہے تاہم یہ رقم جائیداد وقف کی آمدنی کے دسویں حصہ سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اگر واقف کی مقرر کردہ رقم نہایت قلیل ہو تو عدالت الاؤنس میں اضافہ کرسکتی ہے۔

متولی کی برطرفی

عدالت متولی کو وقف کے مقاصد کے خلاف کام کرنے کی صورت میں اسکے عہدے سے برطرف کرسکتی ہے۔ متولی کا منصب قابلِ انتقال نہیں ہے اس لئے اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنا منصب کسی دوسرے شخص کو منتقل کردے جب تک کہ ایسا اختیار واقف نے اسے بصراحت نہ دیا ہو، تاہم وہ جائیدادِ موقوفہ کے انتظام میں مدد دینے کیلئے کسی شخص کو اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے۔

وقف اور ٹرسٹ میں فرق

وقف کی صورت میں شے موقوفہ کی ملکیت اللہ تعالیٰ کو منتقل ہوجاتی ہے اور متولی صرف منتظم ہوتا ہے جبکہ ٹرسٹ کی شکل میں ملکیت ٹرسٹیز کے پاس ہوتی ہے اور وہی منتظم بھی ہوتے ہیں۔

....

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

قانونِ شفعہ

شفعہ

شفعہ ایسا حق خریداری ہے جو ایک شخص کو دوسرے شخص کی خرید کردہ غیر منقولہ جائیداد پر بوجہ شریک، خلیط یا پڑوسی ہونے کے حاصل ہو۔

شفعہ کا دعویٰ کون کرسکتا ہے

مندرجہ ذیل تین اشخاص کے سوا کسی اور کو شفعہ کے دعویٰ کا حق حاصل نہیں۔

(1) شفیع شریک

جو جائیداد میں شریک یا حصہ دار ہو۔

(2) شفیع خلیط

جو فروخت شدہ جائیداد کے کسی حق آسائش میں بھی حصہ دار ہو جیسے راستہ کا حق یا حق نکاسِ آب وغیرہ۔

(3) شفیع جار

غیر منقولہ جائیداد سے ملحقہ پڑوسی شفیع جار کہلاتے ہیں مگر ان میں ملحقہ جائیداد کے کرائے دار اور ایسے اشخاص، جو جائیداد پر غیر قانونی طور پر قابض ہوں، شامل نہیں ہیں۔ کوئی واقف یا متولی بھی شفعہ کا دعویٰ کرنے کا حقدار نہ ہوگا کیونکہ جائیداد موقوفہ پر اسے کامل اختیارات حاصل نہیں۔ شفیع شریک، شفیع خلیط کو اور شفیع خلیط شفیع جار کو حق شفعہ سے محروم کر دیتا ہے البتہ ایک ہی قسم کے لوگ ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں اس جائیداد کی حصہ داری میں برابر کے حقدار ہوتے ہیں۔

حق کب پیدا ہوتا ہے

شفعہ کا حق صرف غیر منقولہ جائیداد کی بیع یا ہبہ بالعوض سے پیدا ہوتا ہے۔ انتقال جائیداد کی دیگر صورتوں جیسے ہبہ سادہ، صدق، وقف، وراثت، ہبہ بالوصیت یا پٹے (مستقل کرایہ داری) میں یہ حق پیدا نہیں ہوتا، نہ ہی یہ رہن سے پیدا ہوتا ہے یہ حق دو اشخاص کے مابین جائیدادوں

کا تبادلہ، اس اختیار کے ساتھ کہ ان میں سے کوئی اپنی زندگی میں جب چاہے تبادلہ منسوخ کر کے اپنی جائیداد واپس لے لے، مشروط بیع کی طرح ہے جس سے جائیداد میں اس کی ملکیت زائل نہیں ہوتی اور شفعہ کا حق پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر فریقین میں سے کوئی ایک اس تبادلہ کئے بغیر فوت ہوجائے تو یہ معاملہ بیع کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور شفعہ کا حق پیدا ہوجاتا ہے۔

وفاقی یا صوبائی حکومت یا کسی بلدیاتی ادارے کی طرف سے مذہبی یا خیراتی مقاصد کیلئے یا مفادِ عامہ کے تحت کسی جائیداد کی خرید وفروخت پر حقِ شفع ثابت نہیں ہوتا۔

شفع کرنے کا طریقہِ کار

کوئی شخص شفع کا دعویٰ کرنے کا مستحق نہیں ہوگا جب تک کہ وہ حسب ذیل شرائط پوری نہ کرے:۔

1۔ طلبِ مواثبت

بیع کی خبر سنتے ہی فوری طور پر شفعہ کا دعویٰ کرنے کے ارادہ کا اظہار نہ کر دے، جسے طلبِ مواثبت کہتے ہیں۔

2۔ طلب اشہاد

اپنے اس حقِ شفع کو کم ازکم دو گواہوں کے روبرو طلب نہ کرے جسے طلب اشہاد کہتے ہیں۔

شفع کا دعویٰ کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کا تحریری نوٹس مصدق دو گواہاں دو ہفتے کے اندر بذریعہ رجسٹری ڈاک ارسال کر دے یا ڈاک کی سہولت نہ ہونے کی صورت میں دو گواہوں کی موجودگی میں خریدار سے جائیداد طلب کرے۔ یہ ضروری نہیں کہ طلبِ مواثبت اور طلبِ اشہاد شفیع بذاتِ خود کرے۔ شفیع کے منتظم یا کسی ایسے شخص کی طرف سے، جسے طلب کے بارے میں اختیار دیا گیا ہو، یہ عمل کافی تصور ہوگا۔ اگر کوئی شفیع نابالغ ہو تو اس کا حقیقی ولی اسکی طرف سے طلب کرسکتا ہے۔

3۔ طلبِ خصومت

طلبِ اشہاد کے بعد خریدار کی طرف سے جائیداد دینے سے انکار کی صورت میں شفیع اگر مطمئن ہو کہ اسنے قانون کے مطابق حقِ شفع کے تمام لوازمات پورے کر دیئے ہیں تو عدالتِ مجاز میں شفع کا دعویٰ دائر کرے ۔قانونِ شفع پنجاب مجریہ ۱۹۹۱ء کے تحت طلبِ شفع کی تمام کاروائی کی میعادِ سماعت چار ماہ ہے، مقررہ مدت گزرنے کے بعد شفع کا دعویٰ دائر نہیں کیا جا سکتا۔طلبِ مواثبت بیع کی تکمیل کے بعد ہونی چاہیئے۔اگر یہ بیع کی تکمیل سے قبل کی جائیگی تو بے اثر ہوگی۔

قانونِ شفع صوبہ سرحد مجریہ 1987ء کے تحت دعویٰ دائر کرنے کی مدت ایک سال ہے۔

شفع کے دعویٰ کی صورت میں زرِخرید

مدعی کیلئے ضروری ہے کہ دعویٰ دائر کرنے کے تیس دن کے اندر ایک تہائی زرخرید عدالت میں جمع کرائے۔دعویٰ ڈگری ہونے کی صورت میں بقیہ دوتہائی زرخرید بھی تیس دن کے اندر عدالت میں جمع کرائی جائے گی۔

بیع کو تسلیم کرنے سے شفع کا حق زائل ہو جانا

اگر شفیع خریدار سے سمجھوتہ کر لے یا کسی دوسرے طریقے سے بیع کو تسلیم کر لے تو اسکا حقِ شفع زائل ہو جایگا۔

فروخت سے قبل خریدنے سے انکار پر حق زائل نہیں ہوتا

چونکہ حقِ شفع فروخت کی تکمیل کے بعد پیدا ہوتا ہے لہٰذا یہ حق اس بناء پر زائل نہ ہوگا کہ فروخت کی تکمیل سے قبل جائیداد شفیع کو پیش کی گئی اور اس نے خریدنے سے انکار کر دیا۔یہ حق اس بناء پر بھی زائل نہیں ہوتا کہ اسکو بیع کا پہلے سے علم تھا اور اس نے بائع کو جائیداد خریدنے کی کوئی پیشکش نہیں کی۔

مدعی کی موت کی صورت میں ورثاء کا حقِ شفع

عام حالات میں شفع کا حق نا قابلِ انتقال اور نا قابلِ تقسیم ہے لیکن شفع

کرنے والے کی موت کی صورت میں یہ حق اسکے ورثاء کو منتقل ہو جاتا ہے۔

جائیداد کی قدر و قیمت میں اضافہ

شفع کا دعویٰ دائر ہونے سے قبل اگر خریدار نے جائیداد میں کوئی تعمیر یا کوئی اضافہ کیا ہو تو وہ مقدمہ شفع کرنے والے کے حق میں ڈگری ہونے کی صورت میں اس سے زرخرید کے ساتھ جائیداد پر اٹھنے والے اخراجات حاصل کرنے کا بھی حقدار ہوگا، البتہ دعویٰ دائر ہونے کے بعد کسی قسم کا اضافہ کرنے کی صورت میں وہ معاوضہ پانے کا حقدار نہیں ہوگا۔

زرِخرید کا تعین

فریقین کے درمیان زرخرید کے تنازعہ کی صورت میں عدالتِ مجاز زرخرید کا تعین خود کرسکتی ہے جس کیلئے حسبِ ذیل امور کو مدنظر رکھا جائیگا۔

I۔قیمتِ خرید جو فروخت کنندہ نے وصول کی ہو۔

II۔جائیداد کے اوسط سالانہ منافع کی تخمینہ شدہ رقم۔

III۔گردونواح میں ایسی کسی دوسری جائیداد کی مالیت۔

IV۔ماضی قریب میں اس علاقے کی دوسری جائیداد کی قیمتِ فروخت۔

---

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

قانونِ کرایہ داری

قانونِ کا مقصد و اطلاق

یہ قانون مُلک میں کرایوں کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو روکنے اور مالک و کرایہ دار کے درمیان بہتر تعلقات قائم کرنے کیلئے نافذ کیا گیا ہے۔اس کا اطلاق سوائے اِسلام آباد اور وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں کے تمام شہری جائیداد پر ہوتا ہے۔

وجوہاتِ بیدخلی

صوبہ پنجاب، سرحد اور بلوچستان کے قانون مجریہ ۱۹۵۹ء کی دفعہ ۱۳، سندھ کے قانون مجریہ ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۱۵ اور کنٹونمنٹ کے قانون مجریہ ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۱۷ کے تحت مالک اپنا مکان یا دکان درج ذیل وجوہات کی بناء پر عدالت رینٹ کنٹرولر سے خالی کرواسکتا ہے:۔

(۱) کرایہ دار نے کی مقررہ تاریخ کے ۱۵ دن تک کرایہ ادا نہ کیا ہو یا تاریخ کے عدم تعین کی صورت میں ساٹھ دن تک کرایہ ادا نہ کیا ہو۔یا

(۲) کرایہ دار نے مالک کی تحریری رضامندی کے بغیر اپنے زیرِ استعمال جائداد کو مکمل طور پر یا اُس کے کسی حصہ کو کسی دیگر شخص کو کرایہ پر دے دیا ہو۔یا

(۳) جس مقصد کیلئے جائیداد کرایہ پر لی ہو اُس کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے اسے استعمال کر رہا ہو۔یا

(۴) زیرِ کرایہ جائیداد کو اسطرح استعمال کر رہا ہو جس سے جائیداد کی قدر و قیمت یا افادیت میں کمی ہو رہی ہو۔یا

(۵) کرایہ دار کا عمل اس علاقہ میں رہائش پذیر دیگر افراد کیلئے پریشانی یا تکلیف کا باعث ہو۔یا

(۶) پہاڑی علاقوں کے علاوہ، جہاں موسم کے مطابق رہائش رکھی جاتی ہے کرایہ دار نے اپنے زیرِ کرایہ جائیداد کو مسلسل چار مہینے بغیر کسی معقول وجہ کے زیرِ استعمال نہ رکھا ہو۔یا

(۷) مالک کو زیرِ کرایہ جائیداد کو اپنی یا اپنے بچوں کی ذاتی رہائش یا

© Copyright www.nayaab.net

کاروبار کیلئے نیک نیتی کیساتھ درکار ہو بشرطیکہ اس علاقے میں اس کے پاس رہائشی یا کاروباری مقصد کیلئے کوئی اور مناسب جائیداد نہ ہو جو اسکی یا اسکے بچوں کی ضرورت پوری کرسکتی ہو۔یا

(۸) مالک کوزیر کرایہ جائیداد دوبارہ تعمیر کیلئے درکار ہو اور اس مقصد کیلئے اُس نے متعلقہ محکمہ سے نقشہ منظور کروالیا ہو۔

مالک کی وفات اورسرکاری ملازم کی ریٹائرمنٹ کی صورت میں کرایہ دار کی بیدخلی

مالکِ جائیداد کی وفات کی صورت میں سرکاری ملازم کی ریٹائرمنٹ پر یا اس سے چھ ماہ قبل مالک جائیداد خود، اسکی بیوہ یا نابالغ بچے جائیداد خالی کرانے کیلئے درخواست دائر کرسکتے ہیں جس کیلئے کرایے دار کو دو ماہ کا نوٹس دینا لازمی ہے۔البتہ جائیداد خالی کرانے کا نوٹس مالک جائیداد کی وفات یا ریٹائرمنٹ کے چھ ماہ بعد موثر نہیں ہوگا۔

اگر نوٹس میں درج شدہ میعاد کے بعد بھی کرایہ دار جائیداد خالی نہیں کرتا تو ایسی صورت میں رینٹ کنٹرولر سرسری سماعت کے بعد حکمِ بیدخلی صادر کر سکتا ہے۔

اگر بیوہ نے شوہر کی وفات کے بعد یا کسی ریٹائرڈ ملازم نے ریٹائرمنٹ کے بعد مکان کرائے پر دیا ہو تو ایسی صورت میں کرایہ دار کو مذکورہ وجوہات کی بناء پر جائیداد سے بیدخل نہیں کیا جا سکتا۔

جائیداد کی تبدیلی کی صُورت میں کرایہ دار کو نوٹس

اگر جائیداد زیرِ قبضہ کرایہ دار کسی دوسرے شخص کو منتقل ہو جائے تو نئے مالک کیلئے ضروری ہے کہ وہ منتقلی جائیداد کی بابت اطلاع بذریعہ رجسٹری ڈاک کرایہ دار کو دے تا کہ کرایہ دار وقت پر کرایہ کی ادائیگی نئے مالک کو کر سکے۔

کرایہ میں اضافہ

قانونِ کرایہ داری کا مقصد تیزی سے بڑھتے ہوئے کرایوں کے رجحان کو

روکنا ہے، تاہم مالک و کرایہ دار باہمی رضامندی سے کرایہ بڑھا سکتے ہیں۔ کرایہ بڑھانے کیلئے قانونی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے جس کیلئے ان باتوں کو مدِنظر رکھا جائے گا۔

(I) اگر جائیداد سے متعلق ٹیکس مثلاً پراپرٹی ٹیکس میں اضافہ ہو جائے

(II) اگر مالک نے کرایہ دار کے زیرِ قبضہ جائیداد میں مزید تعمیر کر کے اس میں اضافہ کر دیا ہو اور دیگر سہولیات بہم پہنچا دی ہوں تو ایسی صورت میں یا تو باہمی رضامندی سے یا بذریعہ عدالتی چارہ جوئی کرایہ میں اضافہ ممکن ہے۔ البتہ صوبہ پنجاب میں کاروباری نوعیت کی جائیداد کا کرایہ ہر تین سال بعد ۲۵ فیصد کے حساب سے ازخود بڑھایا جاسکتا ہے۔

ضروری مرمت

کرایہ پر دی ہوئی جائیداد کی ضروری مرمت مالکِ جائیداد کی قانونی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنے اس قانونی فرض کی ادائیگی میں ناکام ہے تو کرایہ دار رینٹ کنٹرولر کی عدالت میں اس مقصد کیلئے خود درخواست دے کر اسکے خلاف حکم جاری کرواسکتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر حکمِ عدالت کے بعد بھی مالک ضروری مرمت کروانے میں ناکام رہے تو پھر کرایہ دار عدالت کی اجازت سے خود مرمت کروا کر خرچ شدہ رقم ماہانہ کرایہ میں سے کاٹ سکتا ہے۔

ضروری آسائشوں سے محرومی

قانون کے تحت مالکِ جائیداد کو ایسا کوئی حق حاصل نہ ہے کہ وہ اپنے کرایہ دار کے زیرِ استعمال لازمی سہولیات مثلاً بجلی، پانی یا سوئی گیس وغیرہ کے استعمال میں رکاوٹ پیدا کر سکے۔ اگر کوئی مالک اپنے کرایہ دار کو ناجائز تنگ کرنے کیلئے ایسا کوئی حربہ استعمال کرتا ہے تو کرایہ دار قانون کے تحت ان منقطع شدہ آسائشوں کی بحالی کیلئے رینٹ کنٹرولر کی عدالت میں درخواست دے کر انکی بحالی کا حکم صادر کرواسکتا ہے۔

کرایہ رسید کی اہمیت و ضرورت

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ زبانی کرایہ داری اور بغیر رسید لئے کرایہ ادا کرنے سے کرایہ دار بے شمار مشکلات میں مبتلا ہو جاتا ہے چونکہ اسکے پاس رسید نہیں ہوتی اس لئے اکثر کرایہ نہ دینے کی وجہ سے بیدخلی کی کاروائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایسی صورتِ حال سے بچنے کیلئے کرایہ دار کیلئے ضروری ہے کہ وہ رسید کا مطالبہ کرے۔اگر مالک رسید دینے سے انکار کر دے تو کرایہ دار کو چاہیے کہ وہ یا تو کرایہ منی آرڈر کر دے یا رینٹ کنٹرولر کی عدالت میں جمع کروادے۔

تحریری کرایہ داری کی اہمیت

یہ بات مالکِ جائیداد اور کرایہ دار دونوں کے مفاد میں ہے کہ وہ کرایہ داری کا تحریری معاہدہ کریں تا کہ کسی بھی تنازعہ کی صورت میں معاہدہ کی شرائط پر بذریعہ رینٹ کنٹرولر عمل کروایا جا سکے۔

عدالت میں کرایہ جمع کروانے اور نکلوانے کا طریقِ کار

عدالتِ رینٹ کنٹرولر میں کرایہ دو صورتوں میں جمع ہوتا ہے، اول یہ کہ مالکِ جائیداد کرایہ لینے سے انکار کر دے اور دوسرا یہ کہ عدالت دورانِ کاروائی سابقہ و آئندہ کرایہ عدالت میں جمع کروانے کا حکم صادر کرے۔ ہر دو صورتوں میں کرایہ دار کو چاہیئے کہ وہ وقت مقررہ پر کرایہ عدالت میں جمع کروادے بصورتِ دیگر کرایہ دار کے خلاف حکمِ بیدخلی صادر ہوسکتا ہے۔اسی طرح کرایہ نکلوانے کیلئے بھی درخواست عدالتِ مجاز کو دینی پڑتی ہے جس پر کاروائی کرتے ہوئے عدالت کرائے کی وصولی کا حکم دے سکتی ہے۔اگر مالکِ جائیداد راضی ہو تو کرایہ مالک کے بنک اکاؤنٹ میں بھی جمع کروایا جا سکتا ہے۔

زبردستی بیدخلی غیر قانونی ہے

اگر مالکِ جائیداد نے ذاتی یا بچوں کی ضرورت کیلئے یا دوبارہ تعمیر کیلئے جائیداد کا قبضہ حاصل کیا ہو اور قبضہ حاصل کرنے کے بعد اسے ذاتی استعمال میں نہ لایا ہو یا جائیداد کی دوبارہ تعمیر نہ کی ہو یا دو ماہ کے اندر کسی

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' (حصہ اول) انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006

دیگر شخص کو کرایہ پر دے دیا ہو تو سابقہ کرایہ دار عدالت رینٹ کنٹرولر کو درخواست دے کر دوبارہ قبضہ حاصل کرسکتا ہے، لیکن اگر مالکِ جائیداد نے قانونی کاروائی کے بغیر کرایہ دار کو جبراً بیدخل کردیا ہو تو وہ زیرِ دفعہ ۹ قانونِ دادرسی مختص مجریہ ۱۸۷۷ء قبضہ دوبارہ حاصل کرسکتا ہے۔ ضروری ہے کہ بیدخل ہونے کے چھ ماہ کے اندر درخواست دی جائے۔

سرکاری واجبات کی وصولی اور کرایہ دار کی ذمہ داری

سرکاری واجبات و بقایا جات مثلاً پراپرٹی ٹیکس کی ادائیگی مالکِ جائیداد ہی کی ذمہ داری ہے۔ البتہ کنٹونمنٹ ایکٹ کے تحت یہ واجبات کرایہ دار سے وصول کیے جاسکتے ہیں۔

جائیداد کی حیثیت تبدیل کرنا

کوئی شخص رینٹ کنٹرولر کی تحریری اجازت کے بغیر رہائشی جائیداد کو تجارتی جائیداد میں تبدیل نہیں کرسکتا۔

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' (حصہ اول) انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

قومی شناختی کارڈ کی اھمیت اور اس کے حصول کا طریقہ کار

قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۴ کے تحت اٹھارہ سال سے زائد عمر کے ہر شہری کیلئے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اندرونِ ملک ہو یا بیرونِ ملک، لازمی ہے کہ وہ اس قانون کے تحت اپنے آپ کو قومی شناختی کارڈ کے دفتر میں رجسٹرڈ کروائے اور قومی شناختی کارڈ حاصل کرے۔ اگر کوئی شہری اٹھارہ سال سے کم عمر کا ہو تو اسکی رجسٹریشن کروانا اس کے والدیا سرپرست کی ذمہ داری ہے۔

دفعہ ۵ کے تحت ڈائریکٹر جنرل اٹھارہ سال سے زائد عمر کے شہریوں کو شناختی کارڈ جاری کریگا۔ ایسے شہری کی ذمہ داری ہے کہ وہ شناختی کارڈ کی حفاظت کرے اور اسکو درست حالت میں محفوظ رکھے۔ اس وقت شناختی کارڈ کے اجراء کی ذمہ داری نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) کے سپرد ہے۔

قومی شناختی کارڈ کے حصول کے طریقہ کار میں نادرا کے قیام کے بعد بہت سی مثبت تبدیلیاں لائی گئی ہیں۔ پہلے فارم الف کے ساتھ ۱۸ سال سے کم عمر کے بچوں کی رجسٹریشن کیلئے مخصوص فارم (فارم ب) الگ سے جمع کرنا پڑتا تھا۔ اسی طرح شناختی کارڈ میں تبدیلی اور گمشدہ شناختی کارڈ کے متبادل کیلئے الگ فارم پُر کیے جاتے تھے جبکہ آجکل ان تمام مقاصد کیلئے نادرا کا دو صفحے کا ایک سادہ فارم ہر جگہ آسانی کے ساتھ دستیاب ہے۔

شناختی کارڈ کے فارم کے ساتھ نیلے پس منظر کی دوعدد تصویریں فراہم کرنا اور جمع کرنے سے پہلے اسے کسی ذمہ دار افسر سے تصدیق کرانا ضروری ہے۔ شناختی کارڈ فارم کے مندرجات کی تصدیق ممبرانِ قومی وصوبائی اسمبلی، زکوٰۃ کمیٹی کے ممبران، مرکزی اور صوبائی حکومت کے گریڈ 16 سے اوپر کے افسران اور افواج کے کمیشنڈ افسران کرسکتے ہیں۔

دیہات کے نمبر دار اور دیگر ایسے افراد جن کو حکومت نے ایسے اختیارات دیئے

ہوں، بھی اس فارم کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

دفعہ ۷(۱) کے تحت اگر کوئی شخص، جسے شناختی کارڈ جاری کیا گیا ہو، وفات پا جائے تو ایسی صورت میں اسکے ورثاء یا قریبی رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ وفات کے دو ماہ کے اندر اندر اسکی اطلاع متعلقہ رجسٹریشن آفس کو دیں اور متوفی کا شناختی کارڈ جمع کرائیں تا کہ اسے منسوخ کیا جا سکے۔

دفعہ ۷(۲) کے تحت اگر کوئی پاکستانی شہری اپنی شہریت منسوخ کر کے کسی دوسرے ملک کی شہریت حاصل کر لیتا ہے یا کسی وجہ سے اسکی شہریت منسوخ ہو جاتی ہے تو اسکی قانونی ذمہ داری ہے کہ وہ ساٹھ دن کے اندر اپنا شناختی کارڈ متعلقہ رجسٹریشن آفس میں جمع کرائے۔

جاری شدہ شناختی کارڈ حکومتِ پاکستان کی ملکیت ہے جسے ڈائریکٹر جنرل یا مجاز افسر کے حکم سے واپس لیا جا سکتا ہے یا اسے منسوخ کیا جا سکتا ہے، تاہم منسوخی کے حکم پر اس وقت تک عملدرآمد نہیں کیا جا سکتا، جب تک کہ متعلقہ شخص کو جواب طلبی کا نوٹس نہ دیا جائے۔

شناختی کارڈ کی منسوخی

جن وجوہات کی بناء پر شناختی کارڈ کی منسوخی یا قبضہ میں لیے جانیکا حکم صادر کیا جا سکتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کسی شخص نے، جو پاکستان کا شہری نہ ہو، اپنے آپ کو پاکستان کا شہری ظاہر کر کے شناختی کارڈ حاصل کر لیا ہو یا کوئی شہری ایک سے زیادہ شناختی کارڈ بنوا لے۔

۲۔ شناختی کارڈ میں درج کوائف درست نہ ہوں یا ان میں جعل سازی کا ارتکاب کیا گیا ہو۔

۳۔ شناختی کارڈ جعلی ہو۔

کوئی ایسا شخص، جسکے خلاف منسوخی یا ضبطگی کی کاروائی عمل میں آ چکی ہو، تیس دن کے اندر اس حکم کے خلاف وفاقی حکومت (وزارتِ

© Copyright www.nayaab.net

داخلہ) کے پاس اپیل دائر کرسکتا ہے۔وفاقی حکومت کا حکم قطعی ہوگا۔

قومی شناختی کارڈ کی اہمیت:

دفعہ 8 کے تحت ہر بالغ شہری کیلئے شناختی کارڈ حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔اگر کوئی شخص اپنا شناختی کارڈ نہیں بنوائے گا تو نہ اس کو پاسپورٹ جاری ہو سکے گا اور نہ ہی بیرون ملک جانے کیلئے دیگر سفری دستاویزات کا اجراء ممکن ہوگا۔اسکے علاوہ قومی یا صوبائی اسمبلی یا بلدیاتی اداروں کے انتخابات میں ووٹ ڈالنے کیلئے بھی اس کا حصول لازمی ہے، جس کے بغیر وہ شخص حق رائے دہی سے محروم ہوسکتا ہے۔

تادیبی کاروائی:

دفعہ ۱۱(۱) کے تحت ہر ایسے شخص کو تین ماہ تک قید محض یا ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ یا دونوں سزائیں اکٹھی دی جاسکتی ہیں جو:

(۱) بغیر کسی معقول وجہ کے اپنا شناختی کارڈ حاصل نہیں کرتا یا شناختی کارڈ کے حصول کے سلسلہ میں غلط اطلاع بہم پہنچاتا ہے۔

(۲) کوئی ضروری اطلاع جان بوجھ کر چھپاتا ہے یا ظاہر کرنے سے انکار کرتا ہے یا شناختی کارڈ میں مندرج کسی اندراج کو مٹاتا ہے یا تبدیل کرتا ہے یا اس کی نقل اس طور سے تیار کرتا ہے جس کی مشابہت سے انسان دھوکہ کھا سکتا ہو۔

(۳) گم ہو جانے کی صورت میں تیس دن کے اندر اندر متعلقہ افسر کو مطلع نہیں کرتا۔

(۴) کسی دوسرے شخص کو اپنا شناختی کارڈ دے دیتا ہے۔

(۵) ایک سے زیادہ کارڈ اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔

(۶) کسی معقول وجہ کے بغیر بالغ ہو جانے کے نوے دن کے اندر شناختی کارڈ کے حصول کیلئے درخواست نہیں دیتا۔

(۷) جان بوجھ کر مذکورہ قانون کی کسی بھی شق کی خلاف ورزی کرتا ہے

(۸) جس کے پاس جعلی شناختی کارڈ موجود ہو یا وہ شناختی کارڈ کی جعل سازی کا مرتکب ہوا ہو۔

دفعہ ۱۱(۲) کے تحت جو شخص شناختی کارڈ کے مندرج کوائف کی، یہ جانتے

© Copyright www.nayaab.net

ہوئے بھی کہ یہ درست نہ ہیں درستگی کی تصدیق کرتا ہے وہ بھی جرم کا مرتکب ہوتا ہے جسے ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ یا تین ماہ تک قید محض یا دونوں سزائیں اکٹھی دی جاسکتی ہیں۔

ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔آئی۔آر) کا
اندراج

معاشرے میں امن و امان کا قیام اور جرائم کی روک تھام ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے جس کے لئے منصفانہ قوانین کا وجود اور ان کے موثر نفاذ کے لئے بعض اداروں کا قیام بہت ضروری ہے۔ پولیس کے ادارے کے قیام کا بنیادی مقصد بھی جرائم کا سدباب کرنا اور جرم سرزد ہونے کی صورت میں متعلقہ قوانین کے تابع تفتیش کرکے مجرموں کا سراغ لگانا اور انہیں گرفتار کرکے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنا ہے۔

کسی بھی جرم کے خلاف قانون کو حرکت میں لانے کے لئے پولیس کو زبانی یا تحریری طور پر دی جانے والی اطلاع کو ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔آئی۔آر) کہتے ہیں۔فوجداری مقدمات میں ایف۔

آئی۔آر ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جو ملزم کے خلاف لگائے گئے الزامات کی صداقت معلوم کرنے کے لئے نشان راہ کا کام دیتی ہے۔ اس کا درج کرانا ہر شہری کا آئینی اور قانونی حق اور درج کرنا پولیس کی ذمہ داری ہے کیوں کہ یہی رپورٹ کسی جرم کے ارتکاب کی تفتیش کے لئے بنیاد فراہم کرتی ہے جس کی بنیاد پر عدالتیں فیصلے صادر کرتی ہیں۔ ایف۔آئی۔آر ہر وہ فرد درج کرا سکتا ہے جسے کسی جرم کے ارتکاب کی اطلاع ہوئی ہو خواہ وہ ذاتی طور پر اس جرم سے نقصان رسیدہ نہ بھی ہو۔

ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔آئی۔آر) کے اندراج میں انتہائی احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے اور قانون کے اندر اسکے صحیح اندراج کو یقینی بنانے کا پورا پورا طریقہ کار موجود ہے۔ ضابطہ فوجداری کی دفعات ۱۵۴ اور ۱۵۵ کے تحت ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی قابل دست اندازی پولیس یا نا قابل دست اندازی پولیس جرم کے بارے میں متعلقہ پولیس تھانے کو اطلاع دے کر قانون کو حرکت میں لائے اور تھانے کا انچارج پابند ہے کہ وہ ایسی کوئی بھی اطلاع ملنے پر رپورٹ درج کرے۔ واضح رہے کہ قابل دست اندازی پولیس اور نا قابل دست اندازی پولیس ہر دو جرائم سے متعلق اطلاعات ضابطہ فوجداری کی مختلف دفعات کے تحت درج کی جاتی ہیں۔ جرم قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں کوئی بھی اطلاع ایک مجوزہ رجسٹر میں درج کی جاتی ہے جو ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔آئی۔آر) کہلاتی ہے۔ ایسی کسی بھی اطلاع پر پولیس یہ رپورٹ درج کرنے کی پابند اور از خود تفتیش شروع کرنے کی مجاز ہے، جبکہ جرم نا قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں موصولہ اطلاع پولیس روزنامچہ میں درج کرتی ہے اور اطلاع دہندہ کو متعلقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونے کی ہدایت کرتی ہے اور خود مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر نہ تو تفتیش شروع کرسکتی ہے نہ ہی بغیر وارنٹ کسی کو گرفتار کرسکتی ہے۔

جرم قابل دست اندازی پولیس:

ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴ (ایف) کی رو سے جرم قابل دست اندازی پولیس سے وہ جرم مراد ہے جس میں پولیس افسر ملزم کو بغیر وارنٹ کے گرفتار کرسکتا ہے۔ تعزیرات پاکستان میں اس قسم کے جرائم کی تعداد دوسو چالیس (۲۴۰) کے لگ بھگ ہے۔ اس کے علاوہ بعض دیگر قوانین میں بھی بعض جرائم قابل دست اندازی پولیس ہیں۔ ان جرائم کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی جرم کے قابل دست اندازی پولیس ہونے کے لئے مندرجہ ذیل صورتیں موجود ہونا ضروری ہیں۔

(۱)۔ جرم کی سزا سخت ہو۔

(2)۔ جرم کی نوعیت ایسی ہو کہ اس سے نقض امن کا مسئلہ پیدا ہوتا ہو۔

(3)۔ جرم کا تعلق ریاست کی ان ذمہ داریوں سے ہو جو معاشرے میں امن کے قیام کے لئے حکومت پر عائد ہوتی ہوں۔

-۲-

ابتدائی اطلاعی رپورٹ کا اندراج:

جرم قابل دست اندازی پولیس اور جرم نا قابل دست اندازی پولیس ہر دو جرائم سے متعلق رپورٹ درج کرنے کا طریقہ اور ان سے متعلق بعض دیگر تفصیلات ضابطہ فوجداری اور پولیس رولز میں موجود ہیں، تاہم اس ضمن میں چند ابتدائی باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے مثلاً:۔

۱۔ رپورٹ بغیر کسی تاخیر کے درج کرانی چاہیے کیوں کہ کسی معقول وجہ کے بغیر غیر ضروری تاخیر اس رپورٹ کو مشکوک بنا دیتی ہے۔

۲۔ رپورٹ ان حقائق پر مشتمل ہونی چاہیے جن سے اطلاع دینے والا ذاتی طور پر واقف ہو۔

۳۔ وقوعہ کی تاریخ، وقت اور جرم کی نوعیت وضاحت سے درج ہونی چاہیے۔

۴۔ رپورٹ میں وقوعہ سے متعلق ساری تفصیلات کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے نہ تفتیش کیلئے متعلقہ ایجنسی کو حرکت میں لانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ رپورٹ میں سارے یا بعض ملزموں کے نام شامل ہوں۔

۵۔ رپورٹ کی ایک کاپی اطلاع دینے والے کو بھی دی جائے گی تا کہ وہ اس بات کا اطمینان کر لے کہ ایف۔ آئی۔ آر کے مندرجات صحیح ہیں۔

جرم قابل دست اندازی پولیس کی رپورٹ کا اندراج:

ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۵۴، جرم قابل دست اندازی پولیس کی رپورٹ درج کرنے سے متعلق ہے اس کے مطابق کوئی بھی شخص جرم قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں زبانی یا تحریری اطلاع دے سکتا ہے۔ اگر اطلاع پولیس تھانے کے انچارج کو زبانی طور پر دی گئی ہو تو وہ اسے ضبط تحریر میں لانے کے بعد اطلاع دینے والے کے سامنے پڑھ کر سنائے گا، ہر ایسی تحریری یا بعد میں تحریر میں لائی گئی اطلاع پر اطلاع دینے والے کے دستخط لے گا اور اس کے مندرجات کو رجسٹر میں درج کرے گا جو اس مقصد کیلئے ہر تھانے میں موجود ہوتا ہے اور جس میں اس نوعیت کے تمام واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

ہر ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔ آئی۔ آر) کے اندراج کے لئے رجسٹر کے چار صفحے مختص ہوتے ہیں۔ اصل رپورٹ تھانے میں محفوظ کی جاتی ہے اور اس کی تین عدد کاربن کاپیوں میں سے ایک سپرنٹنڈنٹ

پولیس یا اس کے نامزد کردہ گزیٹڈ آفیسر کو، دوسری کاپی مجاز مجسٹریٹ کو بھیجی جاتی ہے اور تیسری کاپی اطلاع دہندہ کو دی جاتی ہے۔

جرم قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں کسی بھی ذریعے سے اطلاع موصول ہونے پر پولیس اس بات کی پابند ہے کہ وہ رپورٹ درج کر کے تفتیش شروع کرے۔ یہ اطلاع بذریعہ ٹیلیفون بھی دی جاسکتی ہے، جسے پولیس تھانے کا محرر ریکارڈ کریگا اور اس پر اطلاع کنندہ کی حیثیت سے اپنے دستخط ثبت کریگا یا پولیس موقع واردات پر جاکر اطلاع کنندہ یا شکایت کنندہ کے بیان کو تحریری شکل دے کر اس پر اس کے دستخط لے گی۔

جرم قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں معقول شبہ کی حامل اطلاع موصول ہونے پر ہی پولیس تھانے کا انچارج ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۵۷ کے تحت کاروائی شروع کرتا ہے دفعہ ۱۵۶ کے تحت تفتیش کا مجاز ہونے کی صورت میں وہ فوری طور پر اس جرم کی رپورٹ، اختیار سماعت رکھنے والے مجسٹریٹ کو کر کے خود یا اپنے ماتحت افسر کو موقعہ واردات پر بھیج کر کیس کی تفتیش کرے گا اور اگر ضروری ہو تو ملزم کی برآمدگی اور گرفتاری کے لئے مناسب کاروائی عمل میں لائے گا۔ تاہم اگر اطلاع کسی ایسے قابل دست اندازی پولیس جرم کے بارے میں ہو جو زیادہ شدید نہ ہو اور جس میں کسی کو نامزد بھی کیا گیا ہو یا پولیس انچارج کے نزدیک اس کی وجوہات ناکافی ہوں تو موقعہ واردات پر خود جاکر یا کسی ماتحت کو بھیج کر تفتیش کرنا ضروری نہیں لیکن ہر دو صورتوں میں پولیس انچارج اپنی رپورٹ میں تفتیش نہ کرنے کی وجوہات کا ذکر کرے گا۔

All rights reserved. ©2002-2006

۴۳۔

جرم نا قابل دست اندازی پولیس کی رپورٹ کا اندراج:

ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۵۵ جرم نا قابل دست اندازی پولیس کی رپورٹ درج کرنے سے متعلق ہے۔ اس دفعہ کی رو سے اگر پولیس تھانے کے انچارج کو اس تھانے کے حدود اختیار میں کسی نا قابل دست اندازی پولیس جرم کے ارتکاب کی اطلاع دی جائے تو وہ اس کے مندرجات کو تھانے میں موجود رجسٹر میں درج کرے گا اور اطلاع دینے والے کو مجسٹریٹ کے پاس بھیج دے گا۔ یہ اطلاع تھانے کے انچارج کو تحریری یا زبانی طور پر دی جاسکتی ہے جسے اطلاع دینے والے کے سامنے پڑھ کر سنایا جائے گا اور اس پر اسکے دستخط لئے جائیں گے۔ اس دفعہ کی رو سے کوئی پولیس آفیسر مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر جرم نا قابل دست اندازی پولیس کی تفتیش نہیں کرسکتا تاہم حکم موصول ہونے کے بعد وہ تفتیش سے متعلق وہی اختیارات استعمال کرسکتا ہے جو جرم قابل دست اندازی پولیس کی تفتیش سے متعلق اسے حاصل ہیں مگر بغیر وارنٹ گرفتاری کے ملزم کو گرفتار نہیں کرے گا۔

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال سائبر لائبریری
©2002-2006

رپورٹ درج کرنے سے انکار کی صورت میں داد رسی:

قانون کے مطابق پولیس اس بات کی پابند ہے کہ وہ کسی بھی جرم کی اطلاع موصول ہونے پر ایف۔آئی۔آر درج کرے۔ پولیس کی طرف سے رپورٹ درج کرنے سے انکار کی صورت میں قانون کے اندر موجود دادرسی کے حسب ذیل ذرائع بروئے کار لائے جاسکتے ہیں۔

(۱) متعلقہ مجاز پولیس افسر کو درخواست دے کر رپورٹ درج کرنے لئے تھانے کے انچارج کو ضروری احکامات جاری کروائے جاسکتے ہیں۔ اور اگر پھر بھی ناکامی ہو تو ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر کے مناسب حکم صادر کروایا جاسکتا ہے۔

(۲) ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۲۰۰ کے تحت مجاز مجسٹریٹ کی عدالت میں استغاثہ دائر کر کے بھی ملزم کے خلاف عدالتی کاروائی شروع کرائی جاسکتی ہے۔

(۳) ضابطہ فوجداری کے تحت ہر سیشن جج کو بطور منصف امن (Justice of Peace) مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۲۲۔بی کے تحت انھیں بحیثیت متعلقہ منصف امن جرم کی اطلاع دی جاسکتی ہے۔ جس پر وہ فوری طور پر جرم کی تحقیقات کر کے اسکی تحریری رپورٹ مزید کاروائی کے لیے قریبی مجسٹریٹ اور پولیس تھانے کے انچارج کو بھجوائے گا۔

(۴) پولیس آرڈر کی دفعہ ۳۵ کی رو سے ضلعی ناظم کو پولیس کی غفلت ،کوتاہی یا زیادتی کی رپورٹ یا شکایت موصول ہونے پر وہ ضلع پولیس کے سربراہ کو تدارکی تدابیر اختیار کرنے نیز مناسب صورتوں میں جرم قابل دست اندازی پولیس میں اس کی طرف سے صراحت کردہ مدت کے اندر ایف۔آئی۔آر درج کرنے کی ہدایت دے سکتا ہے جس سے وہ متعلقہ عوامی تحفظ کمیشن کو مطلع کرے گا۔ ان ہدایات کے موصول ہونے پر ضلع پولیس کا سربراہ یا متعلقہ مجاز اتھارٹی فوری طور پر تدارکی تدابیر اختیار کرے

گی اور دیگر ضروری کاروائی عمل میں لاتے ہوئے بلا تاخیر ضلع ناظم اور متعلقہ عوامی تحفظ کمیشن کو اسکی اطلاع دے گی اور مذکورہ ہدایات سے پینتالیس دن کے اندر تحقیقات کی حتمی رپورٹ کی ایک نقل انھیں ارسال کرے گی۔

ایف۔آئی۔آر درج نہ کرنے کی سزا:

پولیس آرڈر ۲۰۰۲ء کی دفعہ ۵۶ کی رو سے اگر اس آرڈر کی دفعہ ۴۹ کے تحت قائم کیپیٹل سٹی ضلع عوامی کمیشن (The Capital City District Public Safety Commission) اس نتیجے پر پہنچے کہ پولیس تھانے کے انچارج آفسر نے ناجائز طور پر ایف۔آئی۔آر درج کرنے سے انکار یا پہلوتہی کی ہے تو وہ متعلقہ کیپیٹل سٹی پولیس آفسر کو ہدایت کرے گا کہ معاملے کی تحقیقات کرکے واقعے کی ایف۔آئی۔آر درج کروائے اور ۴۸ گھنٹے کے اندر اسکی رپورٹ کمیشن کو پیش کرے۔ دفعہ ۶۸ کی رو سے مذکورہ کاروائی اسلام آباد ضلع عوامی تحفظ کمیشن (The Islamabad District Public Safety Commission) کی ہدایت پر بھی عمل میں لائی جائے گی۔ اسی طرح دفعہ ۱۰۰ کی رو سے وفاقی پولیس شکایات اتھارٹی (Federal Public Complaint Authority) کی ذمہ داری ہے کہ وہ ضلع عوامی تحفظ

کمیشن یا کسی ناراض شخص کی طرف سے دارالحکومت اسلام آباد کے پولیس آفسر کے خلاف غفلت زیادتی یا غلط روی کی

۴۔ شکایت تحریری طور پر بیان حلفی پر وصول کرے اور اس پر ضروری کاروائی عمل میں لائے۔ علاوہ ازیں پولیس آرڈر کی دفعہ ۱۷۶ کے تحت پولیس کی بد چلنی (misconduct) کی متعدد صورتوں کیلئے سزا مقرر ہے۔ مذکورہ دفعہ کی شق (سی) کی رو سے اگر کوئی پولیس آفسر دانستہ کسی ایسے قانونی شق، قاعدے یا ضابطے یا حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب پایا جائے جس پر عمل کرنا اسکے فرائض منصبی میں شامل ہے تو سزایاب ہونے پر اسے تین سال تک قید اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔

جانشینی سرٹیفکیٹ اور اس کے حصول کا طریقہ کار

قانون ہماری معاشرتی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے نہ صرف راہنمائی بلکہ حل بھی تجویز کرتا ہے۔ موت انسانی زندگی کا اتنا ہی اہم جزو ہے جتنا کہ پیدائش۔ ایک صاحب جائیداد فرد کی موت کی صورت میں قانون اسکے ورثاء کو اسکی وراثت کے حصول کیلئے مختلف ذرائع فراہم کرتا ہے۔ مثلاً منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد یعنی زمین، مکان، دوکان اور نقدی وغیرہ کے حصول اور تقسیم کیلئے ضابطہ دیوانی، قانون مال اور قانون جانشینی میں واضح طریق کار دیا گیا ہے۔ جانشینی سرٹیفکیٹ اس سلسلہ میں ایک اہم دستاویز ہے۔

کسی متوفی کو نا قابل اداء رقم، قرض یا تمسک کے حصول کیلئے قانون جانشینی مجریہ 1925ء کے تحت سرٹیفکیٹ جانشینی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس میں وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کا پرونوٹ، خصوصی تمسک (Promissory Note)، اسٹاک یا دیگر کفالت، کوئی بانڈ،

کسی کمپنی کے حصص یا اس سے متعلق رقوم کی وصولیاں، کسی لوکل اتھارٹی کا جاری کردہ کوئی تمسک یا کفالت (Securities)، کوئی دیگر کفالت جسے صوبائی حکومت سرکاری جریدے (Official Gazette) میں اعلان کے ذریعے کفالت قرار دے، انشورنس کی رقم اور بینک اکاؤنٹ وغیرہ۔

جانشینی سرٹیفکیٹ کے حصول کا طریقہ کار

مندرجہ بالا قانون کے تحت متوفی کے ورثاء میں سے کوئی فرد اس مجاز دیوانی عدالت سے سرٹیفکیٹ حاصل کرسکتا ہے جہاں متوفی کی جائیداد کا کوئی حصہ پایا جاتا ہو یا وہاں متوفی رہائش پذیر رہ چکا ہو۔

درخواست میں متوفی کے تمام وارثان اور قرض خواہان کو فریق بنایا جاتا ہے۔ یہ درخواست اصالتاً یا وکالتاً دائر کی جاسکتی ہے۔ اس درخواست میں مندرجہ ذیل تفصیلات کا درج کیا جانا ضروری ہے۔

۱۔ نام متوفی اور تاریخ وفات

۲۔ مقام سکونت بوقت وفات، اگر متوفی کی سکونت اندر حدود عدالت نہ ہو تو اس کی جائیداد جو کہ اندر حدود عدالت واقع ہے۔

۳۔ قریبی رشتہ داران کے نام معہ پتہ۔

۴۔ وہ حق جس کی وجہ سے سائل دعویدار ہے۔

۵۔ مندرجہ بالا فقرہ نمبر ۴ کی رو سے یا اس ایکٹ یا کسی اور قانونی وجہ سے کوئی امر جانشینی سرٹیفکیٹ عطا کئے جانے میں مانع ہو۔

۶۔ تفصیل قرضہ جات جن کے حصول کیلئے سرٹیفکیٹ درکار ہے۔

آخر میں مندرجات درخواست کی حلفاً تصدیق کی جاتی ہے کہ وہ درخواست گذار کے ذاتی علم و یقین کے مطابق صحیح ہیں اور تاریخ درخواست درج کی جاتی ہے۔

یہ درخواست مبلغ 15 روپے کے کورٹ فیس کی ادائیگی کے ساتھ دیوانی عدالت میں دائر کی جاتی ہے جس کے بعد اسے مجاز عدالت کے سپرد کیا جاتا ہے جو متوفی کے تمام وارثان و قرض خواہان کو جن کا ذکر درخواست میں کیا گیا ہو اور عوام الناس کو بذریعہ اخبار اشتہار نوٹس جاری

کرتی ہے تاکہ اگر متوفی کا کوئی جانشین جسے متوفی کے ترکہ میں سے حصہ ملنا ضروری ہو کسی وجہ سے درخواست میں شامل نہ ہو سکا ہو یا شامل نہ کیا گیا ہو تو وہ خود اشتہار پڑھنے کے بعد عدالت میں حاضر ہو کر اپنے حصہ کی حد تک دعویٰ پیش کر کر کے اپنا حق حاصل کر سکے۔

اگر فریقین میں سے کسی فرد یا افراد کو کسی ایک فرد کے حق میں سر ٹیفکیٹ جانشینی جاری کیے جانے پر اعتراض نہ ہو تو عدالت درخواست گذار کے نام مذکورہ سر ٹیفکیٹ جاری کرتی ہے جو پاکستان کے ہر حصے میں موثر ہوتا ہے۔

جس شخص کو جانشینی سر ٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے، اسے منقولہ جائیداد کے متعلق درج ذیل اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں:۔

(۱) کفالتوں یا ان میں سے کسی کا سود یا منافع وصول کرنا

(۲) ان کو خرید و فروخت یا منتقل کرنا

(۳) ان کا سود یا منافع وصول کرنا اور خرید و فروخت (Negotiate or Transnsfer) سے متعلق دونوں کام کرنا۔

اگر عدالت کے علم میں لایا جائے کہ درخواست دہندہ نے قانونی یا واقعاتی حقائق کو چھپا کر سر ٹیفکیٹ حاصل کیا ہے تو عدالت مجاز کو جانشینی سر ٹیفکیٹ میں ترمیم کا اختیار حاصل ہے۔ اسی طرح اگر جانشینی سر ٹیفکیٹ دھوکہ دہی سے حاصل کیا گیا ہو تو عدالت کے علم میں آنے کے بعد وہ سر ٹیفکیٹ منسوخ کر سکتی ہے۔

جانشینی سر ٹیفکیٹ کے اجراء کے بعد بھی مجاز عدالت اس سر ٹیفکیٹ میں اس قرض یا تمسک کو شامل کر سکتی ہے جو ابتداءً کسی وجہ سے سر ٹیفکیٹ میں درج ہونے سے رہ گیا ہو۔

اگر کوئی شخص جو اجراء سرٹیفکیٹ سے مطمئن نہ ہو تو وہ اس حکم کے خلاف 30 یوم کے اندر عدالت عالیہ میں اپیل دائر کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ سرٹیفکیٹ کسی ڈسٹرکٹ جج نے جاری کیا ہو، لیکن اگر وہ سرٹیفکیٹ کسی سول جج نے جاری کیا ہو تو اس کے خلاف اپیل ڈسٹرکٹ جج کے پاس ہو گی۔

منسوخ شدہ اورنا جائز جانشینی سرٹیفکیٹ سے دست برداری

جانشینی سرٹیفکیٹ کی منسوخی کے بعد اسکا قابض اسے طلبی پر جس نے اسے یہ سرٹیفکیٹ جاری کیا تھا اسی عدالت میں واپس کرے گا اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو اسے ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا تین ماہ قید کی سزا دی جاسکے گی۔

وفاقی محتسب (اومبڈسمین) کے دفتر میں شکایات درج کرنے کا طریقہ کار

انتظامیہ کے بعض فیصلوں سے عوام بجا طور پر شاکی رہے ہیں کیونکہ ان کی شکایات کے ازالے کے لئے کوئی موثر ادارہ موجود نہیں تھا جس کی وجہ سے انتظامی کاروائیوں میں بد انتظامی اکثر دیکھنے میں آتی تھی۔ضرورت اس امر کی تھی کہ اس قسم کی نا انصافی کی تحقیقات، تشخیص اور متاثرہ شخص کی دادرسانی کے لئے کوئی ایسا ادارہ وجود میں لایا جائے جو اس طرح کی شکایات کا ازالہ کرسکے۔لہذا اس مقصد کیلئے صدر پاکستان ایک صدارتی حکم کے ذریعے جنوری 1983ء میں وفاقی محتسب (اومبڈسمین) کے عہدے کے قیام کا فرمان جاری فرمایا جسے بجا طور پر انتظامی جواب دہی کی طرف پہلا قدم قرار دیا جاسکتا ہے۔اب تک وفاقی محتسب کا ادارہ ہزاروں درخواستوں پر کاروائی کر کے پاکستان کے

شہریوں کی دادرسانی کر چکا ہے۔ چونکہ بہت سے لوگ وفاقی محتسب کے ادارے کی کاروائی سے ناواقفیت کی بنا پر ایسی بد انتظامی کے خلاف داد رسانی حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں، لہٰذا ضرورت ہے کہ عوام کو وفاقی محتسب کے ہاں درخواست گذاری کے طریقہ کار سے آگاہ کیا جائے۔

وفاقی حکومت کے کسی ادارے (جس میں وفاقی حکومت کی کوئی وزارت، شعبہ، محکمہ، کمیشن یا دفتر یا کوئی کارپوریشن یا دیگر ادارے شامل ہیں) یا اس کے افسران یا ملازمین میں سے کسی کی بد انتظامی سے متاثرہ شخص خود یا اسکے فوت ہو جانے کی صورت میں اسکا قانونی نمائندہ وفاقی محتسب کے نام انگریزی یا اردو میں تحریری شکایت اقرار صالح اور حلف کے ساتھ اسکے صدر دفتر اسلام آباد یا اسکے علاقائی دفاتر واقع پشاور، لاہور، فیصل آباد، ملتان، کراچی، سکھر اور کوئٹہ میں اصالتاً پیش کرسکتا ہے یا رسل و رسائل کے کسی دیگر ذریعے سے ارسال کرسکتا ہے۔ ضروری دستاویزات اور متعلقہ محکمہ کے ساتھ کی گئی خط و کتابت کی نقول، شکایت کنندہ کے نام، ڈاک کا مکمل پتہ اور قومی شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی بھی شکایت کے ہمراہ منسلک کرنا ضروری ہے۔ شکایت کنندہ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی شکایت کے پہلی بار علم میں آنے کے بعد لازمی طور پر زیادہ سے زیادہ تین ماہ کے اندر ادارہ ہذا کو درخواست پیش کرے۔ وفاقی محتسب اگر ضروری سمجھے تو کسی ایسی شکایت کے سلسلے میں، جو وقت معینہ کے اندر پیش نہ کی گئی ہو، تفتیش کرسکتا ہے۔ شکایت کی وصولیابی کے ایک ماہ کے اندر شکایت پر وفاقی محتسب کے احکامات کی اطلاع، شکایت تفتیش کیلئے منظور کر لی گئی ہے یا خارج کر دی گئی ہے شکایت کنندہ کو دی جاتی ہے اور تفتیش کے دوران تین ماہ میں کم از کم ایک بار شکایت کنندہ سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔ اگر اس عرصہ میں کوئی اطلاع نہ ملے تو ڈائریکٹر جنرل شکایات دفتر وفاقی محتسب، اسلام آباد یا متعلقہ افسر سے براہ راست معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ شکایت پر کاروائی کرنے والے متعلقہ افسر سے اہم امور کے بارے میں تار یا ٹیلکس یا ٹیلیفون کے ذریعہ بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

شکایت کنندہ کو اپنی درخواست کے ساتھ درج ذیل بیانِ حلفی دینا

ہوگا۔

بیان حلفی

میں---------------------حلفیہ بیان کرتا/ کرتی ہوں کہ:۔

(الف) شکایت مندرجہ بالا کے تمام واقعات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

(ب) اس موضوع پر اس سے پہلے میری جانب سے کوئی شکایت وفاقی محتسب کے کسی دفتر میں پیش نہیں کی گئی۔یا

شکایت نمبر - بتاریخ

-------------------دفتر وفاقی محتسب میں دی جا چکی ہے۔

(ج) اس شکایت سے متعلق کوئی دعویٰ یا عدالتی کاروائی کسی عدالت یا ٹربیونل میں زیر سماعت نہیں ۔یا

اس سلسلے میں عدالتی کاروائی ہو رہی ہے جسکی تفصیل یہ ہے -----------------------------

چونکہ شکایت کا تعلق "بد انتظامی" سے ہے، لہذا شکایت کنندہ کو شکایت کرنے سے پہلے اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی شکایت بد انتظامی کی تعریف میں آتی ہو۔قانون کے تحت بد انتظامی میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں ۔

(اول) کوئی ایسا حکومتی فیصلہ، قانونی کاروائی یا سفارش

(الف) جو قانون، قاعدے ضابطے یا طریقہ کار کے خلاف ہو۔

(ب) جو گمراہ کن، بے قاعدہ، غیر معقول، غیر منصفانہ، متعصبانہ، ظالمانہ یا امتیازی ہو۔

(ج) جو غیر متعلقہ وجوہات پر مبنی ہو یا

(د) جس میں فاسد یا نامناسب محرکات مثلاً رشوت، بے ایمانی، پاسداری، اقربا پروری اور انتظامی زیادتی، انتظامی اختیارات کا ناجائز استعمال یا کام کرنے میں کوتاہی یا انکار شامل ہو اور

(دوئم) فرائض اور ذمہ داریوں کی انجام دہی یا بجا آوری میں غفلت، بے توجہی، تاخیر، نا قابلیت، نا اہلی اور نالائقی شامل ہو۔تا ہم وفاقی محتسب

ایسی شکایات پر تفتیش اور کاروائی نہیں کرتا جو گمنام ہوں یا فرضی نام سے کی جائیں۔

محتسب اعلیٰ کو مندرجہ ذیل معاملات میں تفتیش و تحقیق کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

(الف) ایسے معاملات جو شکایت، استصواب یا تحریک وصول ہونے کی تاریخ پر پاکستان میں کسی عدالت مجاز میں زیر سماعت ہوں۔

(ب) کسی سرکاری ملازم یا اہلکار کی شرائط ملازمت کی شکایت، جو اس ایجنسی سے متعلق ہو جس میں وہ کام کرتا ہو یا کرتا رہا ہو۔

(ج) جو پاکستان کے امور خارجہ کے کسی بیرونی مملکت یا حکومت کے ساتھ تعلقات یا معاملات سے متعلق ہو۔

(د) جو پاکستان یا اسکے کسی حصے کے دفاع یا پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج سے متعلق قوانین پر مشتمل معاملات سے متعلق ہو۔

(و) جو وزارت دفاع کے ذیلی اداروں کے معاملات سے متعلق ہو۔

کسی شخص کی شکایت کے علاوہ وفاقی محتسب کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ از خود (Suo Moto) کسی بد انتظامی کے معاملہ کے متعلق تفتیش کرے۔ مزید برآں وہ صدر پاکستان یا قومی اسمبلی کی طرف سے حوالہ (Referrence) آنے پر کاروائی کرسکتا ہے۔ اسی طرح وہ عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ میں کسی قانونی کاروائی کے دوران ان کی طرف سے کی گئی کسی تحریک پر بھی کاروائی کرسکتا ہے۔

شکایات پر کاروائی ختم ہونے کا طریقہ کار

تفتیش کا مکمل ہونا۔

تفتیش کا عمل کسی معاملہ (Case) میں وفاقی محتسب کی منظوری سے ختم کیا جاتا ہے جب:۔

(الف) معاملہ میں کوئی بد انتظامی نہ پائی جائے۔

(ب) جس ایجنسی کے متعلق شکایت کی گئی ہو وہ وفاقی محتسب کے دائرہ اختیار سے باہر ہو۔

(ج) ایجنسی کا کوئی قصور نہ ہو اور شکایت کنندہ کی شکایت کے ازالہ کا

متبادل طریقہ کار قانون میں موجود ہو۔

(د) شکایت کنندہ نے ضروری معلومات یا ضروری کاغذات فراہم نہ کیے ہوں یا یاد دہانی کے باوجود ارسال نہ کیے ہوں۔

(ہ) شکایت کنندہ کی دادرسانی شکایت کرنے سے پہلے ہو چکی ہو اور اس نے اس کی تائید کی ہو۔

(و) شکایت کنندہ کو ازالہ کا حق حاصل ہو مگر ایجنسی نے اس کی دادرسانی کر دی ہو۔

(ز) شکایت کنندہ ایجنسی کی رپورٹ سے اتفاق کرتا ہو اور مزید کاروائی نہ کرنا چاہتا ہو۔

(ح) ایجنسی کی بدانتظامی کی وجہ سے شکایت کنندہ کے ساتھ بے انصافی ہوئی ہو اور وفاقی محتسب نے اسکی شکایت کا ازالہ کرنے کی سفارش کی ہو۔

تعمیل کے لئے سفارشات

وفاقی محتسب شکایت پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ زیر غور معاملہ بدانتظامی کے مترادف ہے، تو متعلقہ ایجنسی کو اپنے نتائج کی تفتیش سے حسب ذیل کاروائی کرنے کیلئے ارسال کریگا۔

(الف) اس معاملے پر مزید غور و غوص کیلئے۔

(ب) فیصلہ، قانونی، سفارش، فعل یا ترک فعل تبدیل یا منسوخ کرنے کیلئے۔

(ج) متنازعہ فعل یا فیصلہ کی مزید وضاحت کیلئے۔

(د) کسی ایجنسی کے کسی سرکاری اہلکار کے خلاف اس پر قابل اطلاق متعلقہ قوانین کے تحت تادیبی کاروائی کرنے کیلئے۔

(و) مقررہ وقت کے اندر معاملہ کونمٹانے یا ایجنسی کی کاروائی اور کارگزاری بہتر بنانے کیلئے سفارشات پر کاروائی کرنے کیلئے۔

سفارشات کی خلاف ورزی

(ا) اگر وفاقی محتسب کی طرف سے کی گئی سفارش کی تعمیل کے سلسلے میں کسی ایجنسی میں سرکاری اہلکار کی طرف سے خلاف ورزی ہو تو وفاقی

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' ﴿حصہ اول﴾ انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006

محتسب معاملہ صدر پاکستان کو بھیج سکے گا۔

(۲) سفارشات کی خلاف ورزی کے موقع پر وفاقی محتسب کی رپورٹ اس سرکاری اہلکار کی ملازمت کے ریکارڈ کا ایک جزو بن جائے گی جو اولاً خلاف ورزی کرنے کا ذمہ دار ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ متعلقہ سرکاری اہلکار کو اس معاملہ میں سماعت کا موقع دیا گیا ہو۔

توہین کی سزا کا اختیار

وفاقی محتسب کو اپنی توہین پر کسی ایسے شخص کو سزا دینے کا مناسب تبدیلیوں کے ساتھ وہی اختیارات ہیں جو عدالتِ عظمٰی کو حاصل ہیں۔

صدر کو عرض داشت (Representation)

اگر کسی شخص یا ایجنسی کو وفاقی محتسب کے فیصلے یا آرڈر سے ضرر پہنچے تو وہ تیس (۳۰) دن کے اندر اس فیصلے یا آرڈر کے خلاف صدر پاکستان کو عرض داشت پیش کر سکتے ہیں جس پر وہ مناسب حکم صادر کرے گا۔

---

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

نفقہ بیوی و اولاد

اسلام نے ازدواجی تعلقات کی اہمیت کے پیشِ نظر اپنے مفصل قوانین کے ذریعے میاں بیوی کے فرائض اور ذمہ داری کی تقسیم کرتے ہوئے انکے حقوق و فرائض متعین کیے ہیں۔ شوہر کے فرائض میں سر فہرست بیوی بچوں کا نان و نفقہ اور انکی معاشی کفالت ہے جس سے وہ کسی صورت بری الذمہ نہیں ہوسکتا خواہ بیوی ذاتی اعتبار سے کتنی مالدار کیوں نہ ہو البتہ اگر وہ چاہے تو اپنی آزاد مرضی سے از راہ تعاون خرچ کرسکتی ہے۔

اگر شوہر شریعت کی رو سے عائد اس ذمہ داری میں کوتاہی برتتے ہوئے بیوی بچوں کا نفقہ ادا نہ کرے تو اسے قانوناً بذریعہ عدالت اسکی ادائیگی پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ جس کیلئے ملک میں فیملی کورٹس ایکٹ 1964ء کے تحت الگ عائلی عدالتیں قائم ہیں۔ نفقہ کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو انسان اپنے اہل و عیال پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ اس میں خوراک، لباس، گھر، علاج معالجہ اور وہ تمام اشیاء شامل ہیں جو گذر اوقات اور آرام و آرائش کیلئے ضروری ہیں۔ نفقے کی مقدار کا تعین مرد کی استطاعت کے مطابق کیا جاتا ہے جس کا قاعدہ کلیہ قرآن نے خود سورۃ بقرہ کی آیت 236 اور سورۃ طلاق کی آیت 7 میں بیان کردیا ہے جنکی رو سے صاحب حیثیت شخص پر اسکی استطاعت کے مطابق اور نادار شخص پر اسکی استطاعت کے مطابق نفقہ ہے۔ چونکہ بیوی اور بچوں کے نفقے کے احکام بعض حالات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لہٰذا ان کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

بیوی کا نفقہ

نفقہ بیوی کا ایسا حق ہے جو باقی سارے مستحق افراد حتیٰ کہ اولاد پر بھی فائق ہے۔ اگر شوہر اس کی ادائیگی میں لیت و لعل سے کام لے تو اسے عدالتی چارہ جوئی کے ذریعے اس کی ادائیگی پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں متاثرہ بیوی فیملی کورٹس رولز 1965ء کی دفعہ 6 کے تحت ہر

اس عائلی عدالت میں جہاں فریقین رہائش پذیر ہوں یا اکٹھے رہ چکے ہوں یا جہاں وجہ نزاع کلی یا جزوی طور پر پیدا ہوا ہو، نفقہ کیلئے درخواست دائر کر سکتی ہے یا مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961ء کی دفعہ 9 کے تحت ثالثی کونسل کو درخواست دے کر شوہر کے خلاف ادائیگی نفقہ کا حکم جاری کروا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ثالثی کونسل کی طرف سے درخواست دہندہ بیوی کو نفقہ کا ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے جس کے خلاف فریقین میں سے کوئی ایک مقررہ مدت کے اندر مقررہ فیس کے ساتھ مجاز افسر کو نگرانی (Rivision) کی درخواست دے سکتا ہے۔ بیوی اپنے شوہر سے ماضی میں عدم ادا شدہ نفقے کا بھی مطالبہ کر سکتی ہے اور بصورت انکار عدالتی چارہ جوئی کر سکتی ہے۔ عورت کے نفقے کا حق ازدواجی رشتے کے قیام کی صورت میں شوہر کی وفات تک اور طلاق کی صورت میں عدت کے اختتام تک جاری رہتا ہے۔

نفقہ کی شرائط

اگر بیوی بغیر کسی معقول وجہ کے شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کر دے تو نفقہ کی مستحق نہیں رہے گی تاہم اگر شوہر نے خود اسے گھر سے نکالا ہو یا وہ علیحدہ رہنے میں قانونی طور پر حق بجانب ہو مثلاً اسکا مہر اسے ادا نہ کیا گیا ہو یا شوہر کا رویہ اس کے ساتھ درست نہ ہو تو وہ علیحدہ رہتے ہوئے بھی نفقہ کی حقدار ہوگی۔

اپیل کا حق

فیملی کورٹس ایکٹ 1964ء کی دفعہ 14 کی رو سے کسی بھی فریق کو عائلی عدالت کے فیصلے کے خلاف ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں اپیل کا حق حاصل ہے تاہم اگر یہ فیصلہ ڈسٹرکٹ جج یا ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج نے بحیثیت فیملی جج کیا ہو تو اپیل ہائی کورٹ میں کی جائے گی لیکن نفقے سے متعلق عائلی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کا حق اس شرط سے مشروط ہے کہ اس کا مقرر کردہ ماہانہ نفقہ مبلغ ایک ہزار روپے سے زیادہ ہو۔ اگر

مقرر کردہ نفقہ ایک ہزار روپیہ یا اس سے کم ہو تو عائلی عدالت کے اس فیصلے کے خلاف اپیل کا حق نہیں ہوگا۔

اولاد کا نفقہ

بیوی کے ساتھ ساتھ اولاد کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہے باپ اس ذمہ داری سے اس صورت میں بھی نہیں بچ سکتا جب بچے ماں کی تحویل میں ہوں خواہ ماں خود کمانے والی اور صاحب جائیداد کیوں نہ ہو تاہم باپ کے بالکل مفلس ہونے کی صورت میں اولاد کے نفقے کی ذمہ داری صاحب استطاعت ماں پر ہوگی۔ بچوں کے نفقے کیلئے درخواست ماں یا کسی بھی ولی کی طرف سے دائر کی جاسکتی ہے جسکی تحویل میں بچے موجود ہوں۔

بچوں کی حضانت (تحویل) کا قانون وطریقہ کار

بچوں کی دیکھ بھال، پرورش اور انکی تعلیم وتربیت کا مناسب بندوبست کرنا والدین کی ذمہ داری ہے جس کیلئے میاں بیوی کے درمیان خوشگوار ازدواجی تعلقات از بس ضروری ہیں۔ میاں بیوی کے کشیدہ تعلقات اور آپس کے لڑائی جھگڑے دیگر خرابیوں کے علاوہ بچوں پر تباہ کن منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے طلاق کو جائز ہونے کے باوجود ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور بچوں کی حضانت یعنی تحویل (Custody) سمیت متعلقہ مسائل کی بابت تفصیلی احکام دئے ہیں جو شخصی قوانین کے نام سے متعلقہ افراد پر انکے فقہی مسلک کے مطابق اطلاق پذیر ہیں۔ بچوں کی حضانت اور ان کے مال وجائیداد کیلئے ولی کا تقرر رائج الوقت قانون گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ (Guardian and Wards Act 1890) کے تحت کیا جاتا ہے۔ فیملی کورٹس

 © Copyright www.nayaab.net

ایکٹ 1964ء کی دفعہ 5 کے تحت حضانت کے مقدمات عائلی عدالتوں میں دائر کیے جاتے ہیں جبکہ ان کی جائیداد کی ولایت کے مقدمات چاروں صوبوں میں گارڈین جج کی عدالت میں دائر ہوتے ہیں۔

حضانت کا حق

بچوں کی حضانت بنیادی طور پر والدین کا حق ہے۔ حنفی مسلک کے مطابق شخصی قانون (Personal Law) کی رو سے یہ حق بیٹے کی صورت میں سات سال تک اور بیٹی کی صورت میں بلوغت تک ماں کو حاصل ہے۔ ماں کی غیر موجودگی یا اسکے نا اہل قرار دیے جانے کی صورت میں یہ حق نانی یا پرنانی کو، پھر دادی یا پردادی کو، پھر حقیقی بہن کو، پھر ماں کی طرف سے سوتیلی بہن کو، پھر باپ کی طرف سے سوتیلی بہن کو اور پھر اسی ترتیب سے ان کی بیٹیوں کو، پھر خالہ کو، پھر پھوپھی کو اور پھر اسی ترتیب سے ان کی بیٹیوں کو منتقل ہو جاتا ہے۔ ان سب کی غیر موجودگی میں یا ان کے اپنے حق سے دست بردار ہو جانے یا نا اہل قرار دیے جانے کی صورت میں یہ حق باپ کو منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح باپ کی غیر موجودگی میں یا اسکے نا اہل قرار دیے جانے کی صورت میں یہ حق دادا یا پردادا کو، پھر حقیقی بھائی کو، پھر سوتیلے بھائی کو، پھر اسی ترتیب سے ان کے بیٹوں کو، پھر چچاؤں کو اور پھر اسی ترتیب سے ان کے بیٹوں کو منتقل ہو جاتا ہے۔ تاہم بچی کی حضانت کا حقدار بننے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسکا محرم اور قابل اعتماد بھی ہو۔ ان سب کی غیر موجودگی میں یا ان کے نا اہل قرار دیے جانے کی صورت میں یہ پھر عدالت کی ذمہ داری ہے کہ ان کیلئے ولی مقرر کرے۔

شیعہ مکتب فکر کے شخصی قانون کی رو سے ماں کی حضانت کا حق بیٹے کی صورت میں دو سال کی عمر تک اور بیٹی کی صورت میں سات سال تک ہے پھر یہ حق باپ کو منتقل ہو جاتا ہے۔ دوران حضانت ماں کی وفات کی صورت میں بھی یہ حق باپ کو اور دونوں کی وفات کی صورت میں یہ حق دادا کو منتقل ہو جاتا ہے۔

حضانت کا بنیادی اصول

حضانت کا بنیادی اصول نابالغ بچوں کی فلاح و بہبود ہے جسے ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔حضانت کیلئے بچوں کی عمروں کے تعین سے متعلق مذکورہ بالا قاعدے اور مستحقِ حضانت افراد کی ترتیب میں بھی بچوں کی بہبود کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کیونکہ ابتدائی عمر میں ان کی دیکھ بھال اور پرورش ماں اور مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق دیگر رشتے دار عورتیں زیادہ بہتر طریقے سے کرسکتی ہیں جبکہ سات سال کی عمر کے بعد بیٹے کی تعلیم وتربیت اور بالغ بیٹی کی حفاظت کیلئے باپ اور دوسرے قریبی مرد رشتے دار قابل ترجیح ہیں تاہم شخصی قانون کے مذکورہ قاعدے اور مستحق حضانت افراد کی ترتیب کو حتمی حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 17، 24 اور 25 کی رو سے ان کا اطلاق بچے کی بہبود کی شرط سے مشروط ہے۔اگر کسی پیش آمدہ مسئلے میں عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ حضانت کے مذکورہ قاعدے کے اطلاق کی صورت میں نابالغ بچہ ایک ایسے فائدے سے محروم ہوسکتا ہے جو زیادہ بنیادی نوعیت کا ہے تو مذکورہ بالا ترتیب سے انحراف کرتے ہوئے اس کی حضانت اس فہرست میں مذکور کسی مستحق یا کسی دیگر شخص کو دی جاسکتی ہے۔پس والدین میں سے کوئی بھی فریق اس قاعدے کے مطابق حضانت کا حقدار ہونے کے باوجود اگر کسی وجہ سے بچوں کی صحیح پرورش کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو دوسرے فریق کی طرف سے عدالتی چارہ جوئی پر حق حضانت کھوسکتا ہے۔

بچے کی بہبود کی حدود و قیود

بچے کی بہبود کے بارے میں فیصلہ کرنا عدالت کی ذمہ داری ہے جس کیلئے ہر کیس کے پورے حالات و واقعات کو گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 17 میں مذکور ہدایات کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔اس دفعہ کی رو سے بچے کی بہبود سے مراد اسکی دنیوی، دینی اور اخلاقی بہبود ہے جسکے تعین کیلئے عدالت اسکی عمر، جنس اور مذہب کے علاوہ مجوزہ ولی کی اخلاقی و مالی حیثیت، بچے کے ساتھ اس کے رشتے کی قربت، اس

کے ساتھ اس کے موجودہ یا سابقہ تعلق اور وفات پا جانے والے والدین
کی خواہش کو بھی مدنظر رکھے گی اور بچہ اگر کسی فریق کو ترجیح دینے کی سمجھ
بوجھ رکھتا ہو تو اسکی ترجیحی رائے پر بھی غور کرے گی۔ اس دفعہ اور دفعہ 24
کی مندرجات کی رو سے بچے کو اس فریق کی حضانت میں دیا جائے گا جو
اسکی صحت، آسائش، خوشی اور تعلیم و تربیت کا زیادہ بہتر خیال رکھ سکے۔

حق حضانت کی راہ میں رکاوٹیں

بچوں کی فلاح و بہبود کے پیش نظر حق حضانت طلب کرنے والے
والدین کے بعض حالات کو بچوں کی بہبود کے منافی قرار دیا گیا ہے جن
میں وہ شخصی قانون کی رو سے حضانت کے حقدار ہونے کے باوجود حق
حضانت کھو دیتے ہیں۔ وہ حالات اور صورتیں جو بچوں کی بہبود کے منافی
ہونے کی وجہ سے والدہ یا کسی بھی دیگر حضانت کی حقدار خاتون کو حق
حضانت سے محروم کر سکتی ہیں، حسب ذیل ہیں۔

(1) کسی اجنبی شخص کے ساتھ اسکی شادی ہونا جو اس بچے کا محرم نہ ہو الا
یہ کہ عدالت کی رائے میں اس بچے کا اپنی ماں کی تحویل میں رہنا اسکی بہبود
میں ہو تاہم اگر شوہر وفات پا جائے یا ان کے درمیان علیحدگی ہو جائے تو
اس کا حق حضانت دوبارہ بحال ہو جائے گا۔

(2) اسکا کردار اور چال چلن درست نہ ہونا تاہم ناخواندگی یا صحت کی
خرابی کی بنیاد پر اسے حق حضانت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

(3) بچوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرنا یا انکی دیکھ بھال میں غفلت برتنا۔

اور

(4) بچوں کو ایسی جگہ رکھنا جہاں باپ حقیقی سرپرست ہونے کے باوجود
ان پر اپنی نگرانی اور کنٹرول نہ رکھ سکے جو کہ ان بچوں کی بہبود کیلئے ضروری
ہے۔

اسی طرح جن صورتوں میں باپ قانونی طور پر حقدار ہونے کے باوجود حق
حضانت کھو سکتا ہے، وہ حسب ذیل ہیں۔

(1) اسکے اخلاق و کردار کا درست نہ ہونا۔

(2) ان بچوں کے معاملے میں غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرنا اور دیکھ

 © Copyright

بھال اوران کی تعلیم وتربیت کا مناسب بندوبست نہ کرنا۔اور

(3) اسکی دوسری بیوی اور بچے ہونا الا یہ کہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ وہ ان بیوی بچوں کی موجودگی میں بھی انکی تعلیم وتربیت اور صحیح پرورش کرنے کی پوزیشن میں ہے اور اس کی بیوی کا رویہ بھی ان بچوں کے معاملے میں منفی ظاہر نہ ہو۔

بچے سے ملاقات اور عارضی تحویل کا حق

والدین میں سے کسی ایک کی حضانت میں ہوتے ہوئے بھی دوسرے فریق کو بچوں سے ملاقات اور انکی عارضی تحویل کا حق حاصل ہے۔گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 12 کی رو سے گارڈین جج ان بچوں کے ساتھ اس کی ملاقات کے وقت اور جگہ کا تعین کر کے اس سلسلے میں حضانت رکھنے والے فریق کو ہدایات جاری کرسکتا ہے اور اگر ان کی بہبود کیلئے ضروری سمجھے تو انہیں مناسب وقفوں کے بعد اس کی عارضی تحویل میں بھی دے سکتا ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ بھی مانوس رہیں اور انکے دل میں اس کے خلاف منفی جذبات پیدا نہ ہوں تاہم عدالت سے بچوں کی عارضی تحویل کا حکم جاری کروانے کیلئے درخواست دہندہ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ایسا حکم جاری نہ ہونے کی صورت میں بچے کی فلاح وبہبود یا اسکی صحت یا اسکی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ایسا حکم نہ صرف حضانت کے مقدمے کی کاروائی کے دوران جاری کروایا جا سکتا ہے بلکہ عدالت حتمی فیصلے میں بھی اس بارے میں حکم جاری کرسکتی ہے۔

نابالغ بچوں کی جائیداد کی ولایت

نابالغ بچوں کی جائیداد کی ولایت کے قانونی حقدار ان کے پدری رشتہ دار ہیں۔اسلامی شخصی قانون کی رو سے بچوں کی جائیداد کی ولایت کا پہلا قانونی حقدار ان کا باپ ہے، پھر اس کا ولی، پھر دادا اور پھر جس کے حق میں دادا وصیت کرے۔دوسرے قریبی رشتے دار جیسے ماں، بھائی اور چچا وغیرہ انکی جائیداد کے محافظ تو ہو سکتے ہیں البتہ انہیں اس میں کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔قانونی ولی کی عدم موجودگی کی صورت میں

یہ عدالت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی جائیداد کے تحفظ اور بقاء کیلئے کسی مناسب شخص کو ولی مقرر کرے جس میں بچوں کی بہبود کے پیش نظر ماں اور دوسرے مدری رشتے داروں کو بھی ترجیح دی جاسکتی ہے۔

قانونی ولی کے اختیارات

قانونی ولی بچوں کی جائیداد میں ان کی بہبود کا خیال رکھتے ہوئے کوئی بھی جائز تصرف کرسکتا ہے جس کیلئے وہ کسی عدالتی سرٹیفکیٹ کا محتاج نہیں ہے البتہ گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 28 کی رو سے وصیت کے ذریعے مقرر شدہ ولی کے تصرفات وصیت میں مذکور پابندیوں کے تابع ہونگے تاہم اگر اسے عدالت کی طرف سے بھی متعلقہ قانون کے تحت ولی مقرر کیا گیا ہوتو مذکورہ پابندیوں کے علی الرغم اسے تحریری حکم کے ذریعے ایسی جائیداد میں مقررہ طریقے کے مطابق بعض تصرفات کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ قانونی ولی کو بچوں کی جائیداد میں ان کی بہبود کے پیش نظر ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے حتیٰ کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ اسے بیچ بھی سکتا ہے تاہم ایسی جائیداد صرف حسب ذیل صورتوں میں بیچی جاسکتی ہے۔

(1) جائیداد کی دوچند قیمت مل سکتی ہو۔

(2) بچے کے نان ونفقے کی خاطر اسے بیچے بغیر چارہ نہ ہو۔

(3) بچے کے فوت شدہ والد کے ذمہ واجب الاداء قرض کی ادائیگی کا اور کوئی بندوبست نہ ہو۔

(4) فوت شدہ والد نے کسی کے حق میں وصیت کی ہو جس کی ادائیگی کا اور کوئی بندوبست نہ ہو۔

(5) جائیداد کے اخراجات اس کی آمدنی سے متجاوز ہوں۔

(6) جائیداد شکست وریخت کی شکار اور روبہ زوال ہو۔ اور

(7) جائیداد کسی نے غصب کی ہو اور اسکی واگزاری ناممکن ہونے کا معقول خطرہ موجود ہو۔

عدالت کی طرف سے مقرر شدہ ولی کے اختیارات

عدالت کی طرف سے مقرر شدہ ولی بھی بچوں کی بہبود کے پیش نظر ان کی جائیداد میں کوئی بھی جائز تصرف کر سکتا ہے البتہ بعض تصرفات وہ عدالت کی پیشگی اجازت سے ہی کر سکتا ہے۔ گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 29 کی رو سے مذکورہ ولی عدالت کی پیشگی اجازت کے بغیر ایسی غیر منقولہ جائیداد کے کسی حصے کو نہ تو رہن رکھ سکتا ہے، نہ بیچ سکتا ہے، نہ ہبہ کر سکتا ہے، نہ اسکا تبادلہ کر سکتا ہے اور نہ ہی ایسی جائیداد کے کسی حصے کو پانچ سال سے زیادہ عرصے کیلئے یا اسکی بلوغت سے ماوری ایک سال سے زیادہ عرصے کیلئے اجارے پر دے سکتا ہے۔ دفعہ 31 کی رو سے عدالت کی طرف سے ایسے کسی بھی تصرف کی اجازت صرف بچے کی ضرورت یا فائدے کیلئے دی جا سکتی ہے جن کا ذکر عدالت اجازت دینے سے متعلق اپنے حکم میں کرے گی، جس کیلئے عدالت دیگر کے علاوہ حسب شرائط مقرر کر سکتی ہے۔

(ا) عدالت کی منظوری کے بغیر ایسی فروخت کو حتمی شکل نہیں دی جائے گی۔

(ب) ایسی جائیداد فروختگی کے بارے میں عدالتی اشتہار کے بعد عدالت یا اس کے مقرر کردہ شخص کے روبرو سب سے اونچی بولی دینے والے کو فروخت کی جائے گی۔

(ج) ایسی جائیداد زر پیشگی (Premium) کے بدلے میں اجارے پر نہیں دی جائے گی یا اسے اتنے سالوں کیلئے اتنے کرائے پر یا ایسی شرائط پر دی جائے گی جن کے بارے میں عدالت ہدایت کرے۔

(د) فروخت کے نتیجے میں ملنے والی ساری رقم یا اس کا کچھ حصہ عدالت کے حوالے کیا جائے گا تا کہ اسے عدالتی ہدایات کے مطابق متعلقہ بچوں پر خرچ کیا جا سکے یا اس رقم کو کسی کاروبار میں لگایا جا سکے۔

گاڑیوں کی رجسٹریشن کا طریقہ کار

موٹر گاڑیاں عوام کیلئے ان گنت سہولتوں اور نقل وحمل کا اہم ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف مسائل اور جانی و مالی نقصانات کا بھی باعث بنتی ہیں جن پر قابو پانے کیلئے ان کے استعمال کو موٹر وہیکل آرڈیننس 1965ء اور بعض دوسرے قوانین کے ذریعے منضبط کیا گیا ہے۔مذکورہ قوانین کے تحت کسی بھی گاڑی کو جب تک باقاعدہ رجسٹر نہ کرالیا جائے، اسکا استعمال اور چلانا ممنوع ہے جبکہ پبلک ٹرانسپورٹ گاڑی کا روٹ پرمٹ بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔گاڑی چلانے والے کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ ڈرائیونگ لائسنس کا حامل اور مطلوبہ شرائط پر پورا اترتا ہو اور گاڑی بھی صحیح حالت میں ہو۔علاوہ ازیں مختلف اوقات و مقامات کے لحاظ سے گاڑیوں کی رفتار کو منضبط کرنے کے ساتھ ساتھ ٹریفک کے قواعد و ضوابط کا بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور خلاف ورزی کرنے والوں کیلئے سزائیں تجویز کی گئی ہیں تاہم اس ضمن میں سب سے اہم اور بنیادی کام گاڑی کی رجسٹریشن اور متعلقہ اتھارٹی سے رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کا حصول ہے جسکے بغیر گاڑی چلانا ممنوع ہے۔

موٹر وہیکل آرڈیننس 1965ء کا باب 3 موٹر گاڑیوں کی رجسٹریشن سے متعلق ہے۔اس قانون کی دفعہ 23 کی رو سے کوئی بھی گاڑی جب تک رجسٹر نہ ہو اور مقررہ طریقے کے مطابق اس پر رجسٹریشن نمبر نہ لگایا گیا ہو، چلانا یا چلانے دینا ممنوع ہے تاہم اس کا اطلاق کسی گاڑی پر اس وقت نہیں ہوگا جب اسے متعلقہ رجسٹریشن اتھارٹی کی حدود اختیار میں بغرض رجسٹریشن متعلقہ دفتر تک یا وہاں سے واپس لے جایا جا رہا ہو یا وہ موٹر گاڑیوں کے تاجر کے قبضہ (Show Room) میں ہو۔

اسی طرح دفعہ 24 کی رو سے گاڑی اس رجسٹریشن اتھارٹی سے رجسٹر کرائی جائے گی جس کے حدود اختیار میں گاڑی کے مالک کی رہائش یا کاروبار ہو یا جہاں گاڑی عموماً رکھی جاتی ہو۔تاہم دفعہ 26 کی رو سے کسی بھی رجسٹریشن اتھارٹی سے گاڑی کی عارضی رجسٹریشن بھی کرائی جا سکتی ہے اس صورت میں گاڑی کے مالک کو عارضی رجسٹریشن سرٹیفکیٹ اور نمبر

جاری کیا جاتا ہے جو ایک ماہ کیلئے موثر ہوتا ہے۔

طریقہ کار

اس قانون کی دفعہ 25 کی رو سے رجسٹریشن کیلئے درخواست گاڑی کا مالک یا اسکی طرف سے اسکا نمائندہ اس قانون کے شیڈول اول میں مذکور فارم ایف (F) پر مطلوبہ معلومات کے اندراج اور مقررہ فیس کے ساتھ ضلع کے ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفسر (Excise and Taxation Officer) کے دفتر میں جمع کراتا ہے جسکی بنیاد پر گاڑی رجسٹر کی جاتی ہے اور مذکورہ آفسر گاڑی کو رجسٹر کرکے اسکے مالک کو فارم جی (G) کی صورت میں رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے جسکے کوائف وہ دفتر کے ریکارڈ میں بھی محفوظ رکھتا ہے۔ رجسٹریشن آفسر کی طرف سے گاڑی کو ایک امتیازی نشان یعنی مقررہ اعداد پر مشتمل رجسٹریشن نمبر تفویض کیا جاتا ہے جو اس ضلع کے نام سے ہوتا ہے جس میں گاڑی رجسٹر کی جاتی ہے تاہم صدر، وزیر اعظم، گورنر اور وزرائے اعلیٰ کیلئے مخصوص گاڑیاں خواہ وہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، اس رجسٹریشن سے مستثنیٰ ہیں جن کیلئے وفاقی حکومت یا متعلقہ صوبائی حکومت مخصوص نمبر جاری کرتی ہے۔

دفعہ 27 کی رو سے یہ اطمینان حاصل کرنے کیلئے کہ رجسٹریشن کیلئے دی گئی درخواست کے مندرجات صحیح ہیں، رجسٹریشن اتھارٹی گاڑی رجسٹر کرنے سے پہلے گاڑی کے مالک سے یہ مطالبہ کرسکتی ہے کہ وہ گاڑی اسکے سامنے یا حکومت کی طرف سے مقرر کردہ کسی دیگر اتھارٹی کے سامنے پیش کرے۔

پہلے سے رجسٹر شدہ موٹر گاڑیوں کی خرید و فروخت کی صورت میں یہ خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کے مفاد میں ہے کہ خریدار گاڑی فوری طور پر اپنے نام منتقل کرالے تاکہ چوری یا گاڑی کے غلط استعمال کی صورت میں نقصان کی تلافی اور ذمہ داری کا تعین کیا جاسکے۔

رجسٹریشن سے انکار:-

دفعہ 28 کی رو سے رجسٹریشن اتھارٹی (Registration

Authority) کسی بھی موٹر گاڑی کو رجسٹر کرنے سے انکار کرسکتی ہے
اگر موٹر گاڑی میکانکی (Mechnically) طور پر ناقص ہونے کی وجہ سے استعمال کیلئے غیر محفوظ ہو یا گاڑی باب 6 یا اسکے تحت مرتب شدہ قواعد کی ضروریات پورا نہ کرتی ہو۔ باب 6 کی رو سے حکومت موٹر گاڑیوں کو درست حالت میں رکھنے کیلئے عمومی طور پر یا خاص قسم کی موٹر گاڑیوں یا ٹریلروں کے بارے میں یا خاص حالات میں گاڑیوں کی چوڑائی، اونچائی، لمبائی، لادے جانے والے بوجھ، بیٹھنے کے انتظامات، مسافروں کی حفاظت، ٹائروں، بریکوں، اسٹیئرنگ گیئر، اشاروں اور رفتار سے متعلق پرزوں کی حالت، حفاظتی شیشوں کے استعمال، گاڑیوں سے نکلنے والے دھویں اور تیل، اس سے پیدا ہونے والے شور کی تخفیف اور باعث ایذا و خطرہ بن سکنے والے اوزار لے جانے کی ممانعت وغیرہ سے متعلق قواعد وضع کرسکتی ہے جن پر عمل نہ کرنے کی صورت میں مجاز اتھارٹی گاڑی کو رجسٹر کرنے سے انکار کرسکتی ہے۔ موٹر گاڑی کو رجسٹر کرنے سے انکار کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ درخواست گزار موٹر گاڑی کی کسی سابقہ رجسٹریشن

کے کوائف مہیا کرنے سے قاصر رہے یا وہ متعلقہ آفسر کے روبرو آرڈیننس ھذا یا کسی دیگر نافذ العمل قانون کے تحت پہلے سے رجسٹر شدہ گاڑی کی صورت میں اس سے متعلق آخری سرٹیفکیٹ اور مالک کا اختیار نامہ (Authority Letter) یا انتقال ملکیت کا سرٹیفکیٹ یا اور باہر سے درآمد شدہ گاڑی کی صورت میں جو پاکستان میں کسی جگہ پہلے سے رجسٹر نہ کی گئی ہو، گاڑی کا درآمدی لائسنس پیش کرنے سے قاصر رہے۔ گاڑی رجسٹر کرنے سے انکار کی صورت میں متعلقہ آفسر درخواست دہندہ کو انکار کی وجوہات کی ایک نقل بلا قیمت مہیا کرے گا جبکہ دفعہ 31 کی رو سے گاڑی کے مالک کیلئے ضروری ہے کہ وہ رہائش بدلنے کی صورت میں 30 دن کے اندر نئے پتے کی اطلاع رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے آفسر کو دے اور اگر نئی رہائش کسی دوسرے رجسٹریشن آفسر کی حدود اختیار کے اندر ہو تو اسکی اطلاع اس دوسرے آفسر کو دی جائے گی اور نیا پتہ درج کرانے کیلئے رجسٹریشن سرٹیفکیٹ بھی اسکے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ پھر اس افسر کی ذمہ داری ہے کہ وہ انتقال رہائش کی اطلاع مذکورہ ابتدائی طور

پر رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے آفسر کو دے تاہم دفعہ ہذا کے کسی امر کا اطلاق اس صورت میں نہیں ہوگا جبکہ سرٹیفکیٹ میں درج شدہ پتے کی تبدیلی عارضی نوعیت کی ہو جس کا دورانیہ چھ ماہ سے زیادہ ہونا مقصود نہ ہو یا جبکہ موٹر گاڑی نہ تو استعمال میں لائی گئی ہو اور نہ ہی رجسٹریشن سرٹیفکیٹ میں مندرج پتہ کی حدود سے ہٹائی گئی ہو۔

اس آرڈیننس کی دفعہ 32 کی رو سے باب ہذا کے تحت رجسٹر شدہ کسی موٹر گاڑی کے انتقال ملکیت کی صورت میں نئے مالک کیلئے لازم ہو گا کہ وہ 30 دن کے اندر انتقال ملکیت کی اطلاع اس رجسٹریشن آفسر کو دے جسکی حدود اختیار میں وہ بالعموم سکونت پذیر ہو۔ اس کیلئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ بھی مذکورہ رجسٹریشن آفسر کو بمعہ مقررہ فیس ارسال کرے تاکہ اس میں انتقال ملکیت کے کوائف درج کر لئے جائیں تاہم ضلع اسلام آباد میں صرف اسی ضلع کی رجسٹر شدہ گاڑیوں کے انتقال ملکیت کی اجازت ہے۔ کسی اور صوبے یا ضلع میں رجسٹر شدہ گاڑیوں کے انتقال ملکیت پر پابندی ہے۔

دفعہ 33 کی رو سے اگر کسی موٹر گاڑی کی ساخت یعنی چیسز نمبر (Chesses Number)، انجن نمبر (Engine Number) اور نشستوں کی گنجائش (Seating Capacity) میں اس قدر ردو بدل کر دیا جائے کہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ میں مندرج کوائف درست نہ رہیں تو گاڑی کے مالک کیلئے لازم ہوگا کہ چودہ دن کے اندر اس ردوبدل کی اطلاع اُس رجسٹریشن آفسر کو دے جس کے حدود اختیار کے اندر وہ سکونت پذیر ہو اور ردوبدل کے کوائف درج کرنے کیلئے رجسٹریشن سرٹیفکیٹ بھی مقررہ فیس کے ہمراہ اس کے سامنے پیش کرے تاہم گاڑی کے وزن میں کسی ایسی تبدیلی کی اطلاع اسے دینا ضروری نہیں ہوگا جو ضروری ساز و سامان کے اضافہ یا کمی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو بشرطیکہ یہ تبدیلی رجسٹریشن سرٹیفکیٹ میں مندرج وزن کے دو فی صد سے متجاوز نہ ہو۔ یہ رجسٹریشن آفسر کی ذمہ داری ہے کہ وہ مذکورہ اندراج کی اطلاع ابتدائی طور پر رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے آفسر کو دے۔

رجسٹریشن کی معطلی

دفعہ 34 کی رو سے رجسٹریشن اتھارٹی یا کوئی مقررہ دیگر اتھارٹی گاڑی کے مالک کو صفائی کا موقع دینے کے بعد کسی موٹر گاڑی کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ معطل کر سکتی ہے اگر گاڑی کا بیمہ نہ کرایا گیا ہو یا گاڑی کی نسبت واجب الادا فیس یا ٹیکس تین ماہ سے زیادہ عرصہ تک ادا نہ کی گئی ہو یا پبلک ٹرانسپورٹ کی صورت میں گاڑی کیلئے موزونیت کا سرٹیفکیٹ (Fitness Certificate) حاصل نہ کیا گیا ہو یا مذکورہ اتھارٹی کے پاس یہ یقین کرنے کی وجوہات موجود ہوں کہ موجودہ حالت میں گاڑی کا استعمال عوام کیلئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے یا وہ گاڑی باب نمبر 6 یا اسکے تحت مرتب شدہ قواعد پر پورا نہ اترتی ہو یا سرٹیفکیٹ کی عبارت کو دانستہ طور پر مسخ کیا گیا ہو یا اس میں ترمیم و اضافہ کیا گیا ہو۔ایسی معطلی اس وقت تک موثر رہے گی جب تک مذکورہ تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے تاہم اگر یہ معطلی چھ ماہ سے زیادہ عرصے کیلئے جاری رہے تو اگر گاڑی رجسٹر بھی اسی اتھارٹی نے کی ہو تو اسے اختیار ہے کہ اس رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کو منسوخ کر دے اور اگر کسی اور اتھارٹی نے اسے معطل کیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ کم از کم ایک ماہ تک مسلسل معطل رکھنے کی صورت میں وہ معطلی اور اسکی وجوہات کی اطلاع رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جاری کرنے والی اتھارٹی کو کرے اور اگر معطلی مسلسل 6 ماہ سے زیادہ عرصے کیلئے جاری رہے تو رجسٹریشن سرٹیفکیٹ بھی اسے ارسال کر دے تا کہ وہ اگر چاہے تو فوراً اسے منسوخ کر دے۔

اگر مذکورہ اتھارٹی کے اطمینان کے مطابق گاڑی ملک کے خلاف تخریبی سرگرمیوں میں استعمال کی جاتی ہو یا صوبائی یا علاقائی ٹرانسپورٹ اتھارٹی سے اجازت نامہ حاصل کئے بغیر کرائے کیلئے استعمال کی جاتی ہو یا گاڑی کو عدالت نے کسی قابل دست اندازی پولیس جرم کے ارتکاب میں ملوث پایا ہو جسکی سزا پانچ سال قید سے کم نہ ہو اور اسے مالک نے خود استعمال کیا ہو یا اسکے علم یا چشم پوشی سے استعمال کی گئی ہو تو اسکا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ زیادہ سے زیادہ 6 ماہ کیلئے معطل کیا جا سکتا ہے۔البتہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ معطل کرنے والی اتھارٹی کیلئے لازم ہے کہ وہ حسب سابق دونوں

صورتوں میں معطلی کے واقعہ اور اسکی تحریری وجوہات سے گاڑی کے مالک کو مطلع کر دے جسکے بعد مالک پابند ہوتا ہے کہ وہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ اور ٹوکن یا کارڈ فی الفور رجسٹریشن اتھارٹی کے حوالے کر دے جو رجسٹریشن کی معطلی کا حکم منسوخ ہو جانے کے بعد واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔

رجسٹریشن کی منسوخی

دفعہ 35 کی رو سے اگر کوئی موٹر گاڑی تباہ ہو جائے یا ہمیشہ کیلئے نا قابل استعمال ہو جائے تو لازم ہے کہ مالک جتنی جلدی ممکن ہو سکے رجسٹریشن اتھارٹی کو اسکی اطلاع کرے جس کی حدود اختیار میں وہ سکونت پذیر ہو اور رجسٹریشن سرٹیفکیٹ وغیرہ بھی اسے ارسال کر دے اور اگر مذکورہ سرٹیفکیٹ جاری بھی اسی اتھارٹی نے کیا ہو تو لازم ہے کہ وہ اسے منسوخ کر دے بصورت دیگر اسے منسوخی کیلئے متعلقہ اتھارٹی کے پاس بھیج دے۔ اسی طرح اپنے حدود اختیار کے اندر کسی گاڑی کا معائنہ حکومت کی طرف سے مقرر شدہ کسی آفسر سے کرانے اور مالک کو صفائی کا موقع دینے کے بعد اگر رجسٹریشن اتھارٹی مطمئن ہو کہ ایسی حالت میں اس گاڑی کا استعمال عوام کیلئے خطرے کا باعث ہے یا وہ نا قابل مرمت ہے تو وہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ منسوخ کر دے گی۔ علاوہ ازیں اگر رجسٹریشن اتھارٹی کو اطمینان ہو جائے کہ کوئی گاڑی ہمیشہ کیلئے صوبے سے باہر منتقل کر دی گئی ہے تو بھی اس کیلئے لازم ہے کہ گاڑی کی رجسٹریشن منسوخ کر دے اور اس کی اطلاع بمعہ اسکی منسوخی کی وجوہات کے تحریری طور پر گاڑی کے مالک کو دے۔ گاڑی کے مالک کیلئے بھی لازم ہے کہ وہ گاڑی کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ اور ٹوکن یا کارڈ وغیرہ فوراً متعلقہ اتھارٹی کے حوالے کر دے۔

اپیل کا حق

گاڑی کے مالک کو اختیار ہے کہ وہ مجاز اتھارٹی کی طرف سے گاڑی رجسٹر کرنے یا موزونیت کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے سے انکار کی صورت میں یا رجسٹریشن کی معطلی یا منسوخی کے کسی حکم کے خلاف 30 دن

کے اندر متعلقہ اتھارٹی کے پاس اپیل دائر کرے جو اس اپیل کی اطلاع ابتدائی رجسٹریشن آفسر کو کرے گا اور اپیل کا فیصلہ کرنے سے پہلے مذکورہ ابتدائی رجسٹریشن آفسر اور اپیل کنندہ کو اصالتاً یا وکالتاً سماعت کا موقع دے گا۔

پبلک ٹرانسپورٹ گاڑیوں کی رجسٹریشن کیلئے خصوصی لوازمات

دفعہ 37 کی رو سے رجسٹریشن اتھارٹی موٹر کیب (Taxi) کے علاوہ کسی بھی ٹرانسپورٹ گاڑی کو رجسٹر کرنے سے انکار کر سکتی ہے اگر رجسٹریشن کیلئے دی گئی درخواست کے ہمراہ شیڈول اول میں دیا ہوا فارم ایچ (H) منسلک نہ کیا گیا ہو جس پر گاڑی کے ساخت کنندہ (Maker) یا اسکی طرف سے مجاز اسمبل کرنے والے (Assembler) کے دستخط ثبت نہ ہوں۔ دفعہ 38 کی رو سے لازم ہے کہ رجسٹریشن آفسر ویسی گاڑیوں کی صورت میں رجسٹریشن کے کاغذات اور سرٹیفکیٹ میں خالی گاڑی کے وزن، لدائی سمیت وزن، ٹائروں کی نوعیت، سائز، نمبر اور مسافروں کیلئے استعمال کی جانے والی گاڑیوں کی صورت میں مسافروں کی تعداد وغیرہ پر مشتمل تفصیلات درج کریں۔

---

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. اقبال سائبر لائبریری ©2002-2006

جائیداد کے انتقال کا طریقہ کار

انتقال جائیداد کے سلسلے میں مروجہ قوانین، انتقال جائیداد مجریہ ۱۸۸۲ء (Transfer of Property Act 1882) اور قانون رجسٹریشن مجریہ ۱۹۰۸ء (The Registration Act 1908) بہت اہم ہیں بلکہ تکمیل انتقال کا عمل مکمل ہی نہیں ہوتا جب تک انتقال سے متعلق دستاویزات زیر دفعہ 17 قانون رجسٹریشن مجریہ ۱۹۰۸ء رجسٹر نہیں ہو جاتیں۔ اس قانون کی رو سے سو روپیہ یا اس سے زیادہ مالیت کی غیر منقولہ جائیداد کی رجسٹری کرانا ضروری ہے بصورت دیگر عدالت منتقلی جائیداد کے ثبوت کیلئے اسے جائز شہادت تسلیم نہیں کرے گی۔

قانون انتقال جائیداد، جائیداد کی ایک فرد سے دوسرے فرد کو منتقلی کا طریقہ کار وضع کرتا ہے۔ اس کی رو سے ایک فرد اپنی جائیداد کسی دوسرے فرد کو منتقل کر سکتا ہے جس کے ساتھ تمام ملکیتی حقوق بھی اس دوسرے فرد کو منتقل ہو جاتے ہیں۔

جائیداد منتقل کرنے کے اہل افراد

ہر وہ فرد، جو کسی جائیداد کا مالک یا مختار ہو، اس جائیداد کو مشروط یا غیر مشروط طور پر نافذ الوقت قانون کے تحت اپنے اختیار یا حق کی حد تک کسی دوسرے فرد کو منتقل کر سکتا ہے۔ قانون انتقال جائیداد کے تحت غیر منقولہ جائیداد کی مستقل منتقلی کے تین طریقے ہیں، یعنی فروخت، تبادلہ اور ہبہ۔

(ا) منتقلی جائیداد بذریعہ فروخت

کسی جائیداد کی فروخت اس کے حق ملکیت کی خریدار کو معاوضہ کے بدلے منتقلی کا عمل ہے ایسی منتقلی جائیداد بذریعہ رجسٹری شدہ دستاویز عمل میں لائی جاتی ہے۔ جائیداد کی فروخت ایک معاہدہ کے ذریعے عمل میں آتی ہے جو فریقین کے درمیان طے شدہ شرائط کے تحت طے پاتا ہے تاہم جہاں قانونی طور پر تحریر کی ضرورت نہ ہو یہ معاہدہ زبانی بھی عمل میں لایا

جاسکتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ فریقین قانونی طور پر معاہدہ کرنے کے اہل یعنی عاقل و بالغ ہوں اور جائیداد ماہیت اور نوعیت کے اعتبار سے قابل منتقلی ہو۔

جائیداد کی خرید و فروخت میں احتیاط

جائیداد کی خرید و فروخت میں خریدار کی طرف سے تھوڑی سی سستی یا لاپروائی بعد ازاں اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔ قانون کے مطابق خریدار کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کوئی بھی جائیداد خریدنے سے پہلے اس بات کی تسلی کر لے کہ جائیداد قابل فروخت ہے اور یہ کہ بیچنے والا قانونی طور پر اسے منتقل کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ یہ احتیاط اس بات کی متقاضی ہے کہ خریدار جائیداد اور اس کے فروخت کرنے والے کے متعلق تمام دستاویزات کی جانچ پڑتال کر لے۔

جس جائیداد میں شریک مالکان کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو ایسی صورت میں کوئی مالک اپنے حصہ کی حد تک کی جائیداد کسی کو بھی قانوناً منتقل کرسکتا ہے۔ اس منتقلی کے ساتھ مشترکہ قبضہ بھی خریدار کو حاصل ہو جائے گا اور جن ذمہ داریوں کا منتقل کنندہ پابند تھا اسکا اطلاق خریدار پر بھی ہو جائے گا، البتہ اگر کوئی غیر تقسیم شدہ رہائشی مکان کسی ایسے شخص کو منتقل ہو جائے، جو اس خاندان کا فرد نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ شخص اس قانون کے تحت اس مشترکہ قبضہ سے کوئی استفادہ نہیں کرسکتا۔

اگر کوئی زیر مقدمہ جائیداد کسی فرد نے فروخت کر دی ہو تو ایسی صورت میں خریدار مقدمہ کی ڈگری یا آخری فیصلہ عدالت کا پابند ہوگا۔

فریقین معاہدہ کے حقوق و فرائض

بائع پر لازم ہے کہ وہ جائیداد کی خامیوں کے بارے میں خریدار کو آگاہ کرے، اگر مالکانہ حقوق میں کوئی کمی ہو جسکا خریدار کو علم نہ ہو اور نہ ہی وہ تمام سوجھ بوجھ کے باوجود اسے معلوم کرواسکا ہو تو اس کا بھی اظہار کرے، جائیداد کے بارے میں متعلقہ سوالات کا صحیح صحیح جواب دے، جائیداد کی حوالگی تک اس کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کرے اور ان تمام

 © Copyright www.nayaab.net

دستاویزات کا بھی خیال رکھے جو اس کے قبضہ میں ہوں۔

بائع کے متعلق یہ تصور کیا جائے گا کہ اس نے جس جائیداد کی منتقلی کا معاہدہ کیا ہے وہ موجود ہے اور معاہدہ کا مفاد خریدار کو منتقل ہو جائے گا اور تمام رقم کی ادائیگی کے بعد خریدار کو جائیداد سے متعلق تمام دستاویزات جو کہ بائع کے قبضہ میں ہوں دے دیگا۔ بائع جائیداد کا کرایہ اور منافع جائیداد کے خریدار کو منتقل ہونے تک اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

جائیداد کی ملکیت خریدار کو منتقل ہونے کے بعد اسکا یہ حق ہوگا کہ وہ جائیداد سے حاصل ہونے والے تمام فوائد حاصل کرے بشرطیکہ اس نے غیر مناسب طور پر جائیداد کا قبضہ حاصل کرنے سے انکار نہ کیا ہو۔ ایسی صورت میں جائیداد پر اسکا استحقاق فروخت کنندہ یا اس کے تمام وارثان کے خلاف ادا شدہ قیمت کی حد تک باقی رہے گا۔ اور اگر خریدار مناسب طور پر کسی جائیداد کا قبضہ لینے سے انکار کردے تو اس وقت وہ پیشگی ادا شدہ رقم کے علاوہ مقدمہ تعمیل مخصوص یا منسوخی معاہدہ کے سلسلہ میں اٹھنے والے اخراجات کو بھی وصول کرسکتا ہے۔

(۲) منتقلی جائیداد بذریعہ تبادلہ

منتقلی جائیداد کی دوسری صورت تبادلہ ہے۔ اس میں ایک فریق اپنی جائیداد کے مالکانہ حقوق دوسرے فریق کے حوالے کرکے اس کے متبادل کوئی جائیداد اپنے نام منتقل کروالیتا ہے۔ عام حالات میں غیر منقولہ جائیداد کے تبادلہ کی صورت میں زرنقد کی ادائیگی نہیں ہوتی تاہم ممکن ہے کہ جائیداد زیر تبادلہ کی مالیت میں کوئی تفاوت ہو تو اس تفاوت کی حد تک زرنقد کی کسی فریق کو ادائیگی جائیداد کی حیثیت تبادلہ کو متاثر نہیں کرے گی۔ تبادلہ کی صورت میں تبادلہ دہندہ اور گیرندہ کے وہی حقوق و ذمہ داریاں ہوتی ہیں جو بیع کی صورت میں فروخت کنندہ اور خریدار کی ہوتی ہیں۔

تبادلہ کی صورت میں اگر ایک فریق اپنی ملکیتی جائیداد، جسکی ملکیت میں قانونی نقص ہو، دوسرے فریق کو منتقل کردے اور بدلے میں صاف جائیداد حاصل کرلے تو جس فریق کو نقصان پہنچا ہے وہ تبادلہ کو منسوخ بھی کرواسکتا ہے اور نقصان کی تلافی کا بھی حقدار ہے۔

(۳) منتقلی جائیداد بذریعہ ہبہ

ہبہ کی صورت میں ایک فریق دوسرے فریق کو اپنی جائیداد رضا کارانہ طور پر منتقل کرتا ہے۔ ہبہ کرنے والے کو واہب اور جس کے حق میں ہبہ کیا جاتا ہے موہوب الیہ کہا جاتا ہے۔

ہبہ کی بنیادی شرائط

ہبہ کی بنیادی شرائط تین ہیں

۱ ہبہ کرنے والا موہوب الیہ سے اپنی خواہش کا اظہار کرے۔

۲ موہوب الیہ واہب سے جائیداد موہوبہ لینے پر رضا مند ہو۔

۳ جائیداد ہبہ شدہ کا قبضہ اعلانیہ طور پر موہوب الیہ کو منتقل کیا جائے تاہم اگر موہوب الیہ پہلے سے ہبہ شدہ جائیداد پر قابض ہو تو واہب کی طرف سے اس خواہش کا اظہار ہو کہ اس نے جائیداد ہبہ شدہ کا قبضہ موہوب الیہ کو بطور مالک دے دیا ہے۔

ایسی قبولیت لازمی طور پر ہبہ کرنے والے کی زندگی میں ہونی چاہئے اور منتقلی قبضہ کسی خاص عمل کے ذریعے وقوع پذیر ہونی چاہیے جو کہ منتقلی قبضہ کے اعلان کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔

---

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

بچوں سے متعلق فوجداری مقدمات کی سماعت کا طریقہ کار

جرم بہر حال جرم ہی ہوتا ہے چاہے وہ بالغ فرد سے سرزد ہو یا نابالغ فرد سے، البتہ نابالغ فرد سے جرم سرزد ہو جانے کی صورت میں قانون میں اسکے لئے رعائت موجود ہے کیونکہ ایسے جرم میں کئی عوامل اثر انداز ہو سکتے ہیں مثلاً ذہنی ناپختگی، گھریلو ناچاقی، اردگرد کا ناسازگار ماحول اور معاشی و معاشرتی برائیوں کے منفی اثرات وغیرہ۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۸۲ کے تحت اگر ۷ سال سے کم عمر کے بچے سے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو وہ جرم کے زمرے میں نہیں آتا۔ اسی طرح تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۸۳ کے تحت ۷ سال سے زائد اور ۱۲ سال سے کم عمر کے بچے سے سرزد ہونے والا کوئی جرم، جرم کے زمرے میں تب شمار ہو گا جب عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ جرم کرتے وقت وہ ذہنی طور پر اتنا بالغ النظر تھا کہ اس فعل کے مابعد اثرات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا۔

پاکستان میں کم سن مجرموں سے متعلق حال ہی میں ایک قانون "جیونائل جسٹس سسٹم" (Juvenile Justice System) یکم جولائی ۲۰۰۰ء سے نافذ کیا گیا ہے۔ اس قانون کے تحت فوجداری مقدمات میں ملوث ۱۸ سال سے کم عمر کے بچوں کے مقدمات کیلئے خاص طریقہ انصاف فراہم کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے:-

بچے کی گرفتاری اور ضمانت پر رہائی

(۱) اگر کسی جرم میں بچے کی گرفتاری عمل میں لائی گئی ہو تو مذکورہ قانون کی دفعہ ۱۰ کی رو سے انچارج تھانہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ:-

(الف) بچے کے والدین یا اس کے کسی قریبی رشتہ دار کو بچے کی حراست میں لئے جانے کے وقت اور تاریخ سے آگاہ کرے اور ساتھ ہی انہیں مجاز عدالت کا نام و پتہ بھی بتائے جہاں بچے کو پیش کیا جائے گا۔

© Copyright www.nayaab.net

(ب) متعلقہ اصلاحی افسر (Probation Officer) کو بھی اطلاع دے تا کہ وہ بچے کی تعلیمی استعداد اور اس کے کردار کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اپنی رپورٹ عدالت میں پیش کرے۔ البتہ بچے سے متعلق معلومات صیغہ راز میں رہیں گی جو کہ صرف بچے کے والدین یا رشتہ دار کو فراہم کی جا سکتی ہیں۔

(۲) جرم نا قابل ضمانت ہونے کی صورت میں متعلقہ تھانہ کا انچارج ۲۴ گھنٹوں کے اندر بچے کو متعلقہ عدالت میں پیش کریگا۔

(۳) جرم قابل ضمانت ہونے کی صورت میں عدالت بچے کو ذاتی مچلکہ (Personal Bond) پر یا بغیر مچلکہ (without personal bond) فوراً رہا کر دے گی۔ لیکن اگر عدالت کو اس بات کا احتمال ہو کہ بچہ رہا ہونے کے بعد کسی غلط گروہ میں شامل ہو کر مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہو سکتا ہے تو

اسے موزوں آدمی یا اصلاحی افسر (Probation Officer) کے پاس یا بچوں سے متعلق کسی بھی ادارے میں بھجوا سکتی ہے البتہ اسے کسی صورت میں بھی جیل یا حوالات میں نہیں رکھا جائے گا۔

(۴) اگر ۱۵ سال سے کم عمر کا بچہ کسی ایسے جرم میں گرفتار ہو جسکی سزا ۱۰ سال سے کم ہے تو اس جرم کو قابل ضمانت سمجھا جائے گا۔

(۵) اگر بچہ کسی نا قابل ضمانت جرم میں گرفتار ہو اور عدالت کو اس بات کا اطمینان ہو کہ بچہ یا اسکا ولی مقدمہ میں تاخیر کا قصوروار نہیں ہے تو:-

(الف) ایسے جرم میں، جسکی مقررہ سزا موت ہے، اگر ایک سال تک مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو تو عدالت اسے ضمانت پر رہا کرے گی۔

(ب) ایسے جرم میں جس کی مقررہ سزا عمر قید ہے، عدالت اسے ۶ ماہ بعد ضمانت پر رہا کرے گی۔

(ج) ایسے جرم میں جس کی سزا عمر قید سے کم ہے، عدالت اسے ۴ ماہ بعد رہا کرے گی۔

تاہم اگر بچہ کسی سنگین، بے رحمانہ یا سنسنی خیز جرم میں ملوث ہو یا کسی ایسے جرم میں سابقہ سزا یافتہ ہو جسکی سزا موت یا عمر قید ہے تو عدالت اسکو ضمانت پر رہا نہیں کرے گی۔

عدالتی کاروائی

اس قانون کی دفعہ ۶ کے تحت ایسے کسی کمسن مجرم کا مقدمہ صرف ان عدالتوں میں چلایا جا سکتا ہے جو اس قانون کے تحت عدالت عالیہ (High Court) نے مقرر کیے ہوں اور ایسے مقدمات کی کاروائی ۴ ماہ میں مکمل کی جائے گی۔

(۱) ان عدالتوں میں زیرِ سماعت مقدمات کی پیروی کیلئے ملزم یا ملزم بچہ حکومت کے خرچ پر ایک قانونی مشیر یا وکیل مقرر کروانے کا حقدار ہوگا۔

(۲) عمومی طور پر جس روز مقدمہ شہادت کیلئے مقرر ہوگا اس روز عدالت کسی اور مقدمہ کی سماعت نہیں کرے گی اور دورانِ مقدمہ بچے کے لواحقین، عدالت کے عملے اور اس افسر کے سوا جس کا کاروائی سے براہ راست تعلق ہو بشمول متعلقہ پولیس افسران، کوئی اور شخص کمرہ عدالت میں موجود نہیں ہوگا۔

(۳) بچے کے مفاد کے پیشِ نظر عدالت کسی کو بھی کمرہ عدالت سے باہر جانے کا حکم صادر کر سکتی ہے۔

(۴) اگر مقدمہ کی سماعت کے دوران عدالت یہ سمجھے کہ بچے کی حاضری یا موجودگی عدالت میں ضروری نہیں ہے تو وہ اس کو ذاتی حاضری سے مستثنیٰ بھی قرار دے سکتی ہے۔ اسی طرح اگر عدالت یہ سمجھے کہ بچہ کسی ذہنی یا جسمانی عارضہ میں مبتلا ہے تو وہ اسے حکومت کے خرچ پر علاج معالجہ کے لئے ہسپتال بھجوائے گی۔

(۵) بچے کے مفاد کے پیشِ نظر عدالت کی اجازت کے بغیر ایسے مقدمات کی کاروائی جس میں بچے کا نام، پتہ، سکول یا کسی کی شناخت پر مشتمل دیگر معلومات موجود ہوں کسی اخبار یا رسالے میں شائع نہیں کی جا سکتی۔

مقدمہ کی کاروائی کے اختتام پر اگر عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ بچے سے جرم سرزد ہوا ہے تو عدالت اس کو سزا نہیں دے گی بلکہ:۔

(الف) اس کو اس کے والدین، رشتہ دار یا کسی اور مناسب آدمی کی ضمانت پر یا بغیر ضمانت کے سزا کی مدت تک کیلئے پروبیشن

(Probation) پر رہا کر دے گی۔ جسے عدالت کی طلبی پر وقتاً فوقتاً مقررہ وقت پر عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

(ب) جرم کی نوعیت کے مطابق اگر عدالت مناسب سمجھے تو اسے ۱۸ سال کی عمر تک کیلئے بروسٹل انسٹی ٹیوشن (Brostal Institution) بھیج سکتی ہے۔

(ج) اگر عدالت مطمئین ہو کہ بچے مزید پروبیشن میں رکھا غیر ضروری ہے تو وہ اس کی سزا میں تخفیف کر کے اس کی پروبیشن Probation ختم کر سکتی ہے۔

اس قانون کے تحت مندرجہ ذیل کے تحت سزائیں بچوں کو نہیں دی جا سکتیں:

(۱) موت کی سزا

(۲) قید با مشقت یا دیگر جسمانی سزا

(۳) ہتھکڑیاں یا میں بیڑیاں لگانا لیکن اگر اسکے بھاگ جانے کا خطرہ ہو تو ہتھکڑی لگائی جا سکتی ہے۔

----

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

محکمانہ کاروائی سے متاثرہ سرکاری ملازمین کیلئے داد رسی کا طریقہ کار

سرکاری ملازم اپنے فرائض منصبی کے پیش نظر حکومت کی مشینری کا ایک اہم جزو ہوتا ہے کیونکہ وہ حکومت اور ریاست کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔سول ملازمین ایکٹ (Civil Servants Act, 1973 1973) کے تحت انکی ملازمت، سینیارٹی (Seniority) ترقی، ریٹائرمنٹ اور پینشن وغیرہ کو قانونی تحفظ حاصل ہے تاکہ وہ اپنے فرائض منصبی پوری دل جمعی و استعداد کے ساتھ ادا کر سکے۔ کسی سرکاری ملازم کو جہاں ایک طرف قانونی تحفظات حاصل ہیں وہاں اس پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا اس کے لئے ضروری ہے۔ اگر کوئی سرکاری ملازم اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتا یا ان پر پورا نہیں اترتا یا ان سے ایسا فعل سرزد ہوتا ہے جو کہ سول ملازمین ایکٹ کے تحت بنے ہوئے قواعد وضوابط کے خلاف ہے تو قانون کے تحت اس کے خلاف تادیبی کاروائی کی جا سکتی ہے۔ یہ تادیبی کاروائی (سرکاری ملازمین (اہلیت اور نظم ونسق) قواعد ۱۹۷۳ء (Government Servants Efficiency & Decipline Rules) کے تحت عمل میں لائی جاتی ہے جس کے تحت اسے درج ذیل سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

1۔ معمولی سزائیں (Minor Penalties)

(i) اظہار ناراضگی (Censure)

(ii) ایک خاص مدت کیلئے ترقی (Promotion) یا تنخواہ میں سالانہ اضافہ (Annual Increment) روک لینا۔

(iii) اس کی غفلت یا حکم عدولی کی بنا پر حکومت کو پہنچنے والے تمام مالی نقصان یا اسکے حصہ کی بازیابی۔

2۔ بڑی سزائیں (Major Penalties)

(i) کسی نچلے گریڈ پر یا تنخواہ کے نچلے سکیل پر تنزلی (Reduction in Lower Rank)

(ii) جبری ریٹائرمنٹ (Compulsory Retirement)

(iii) ملازمت سے برطرفی (Removal from Service)

(iv) ملازمت سے برخواستگی (Dismissal from Service)

مندرجہ بالا کسی بھی سزا کے خلاف سرکاری ملازم کو محکمانہ اپیل کا حق حاصل ہے جو کہ ایسے حکم کی وصولی کے 30 یوم کے اندر مجاز بالا اتھارٹی کو کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح کسی سرکاری ملازم کی شرائط ملازمت مثلاً سینیارٹی، ترقی، تنخواہ، مراعات، تبادلہ، ریٹائرمنٹ یا پینشن وغیرہ پر کسی محکمانہ حکم سے زد پڑی ہو تو ایسے متاثرہ سرکاری ملازم کو اسکے خلاف محکمانہ چارہ جوئی کا حق بصورت اپیل یا عذرداری (Appeal or Representation) حاصل ہے جو کہ ایسے حکم کے موصول ہونے کے 30 یوم کے اندر مجاز بالا اتھارٹی کو کی جا سکتی ہے۔

سرکاری ملازمین (اہلیت اور نظم و نسق) قواعد ۱۹۷۳ء کے تحت سرکاری ملازم کے خلاف انکوائری کا طریقہ کار بھی وضع کیا گیا ہے جس کے تحت کاروائی مکمل ہو جانے کے بعد انکوائری افسر ایسی تحقیقات (Findings) پر مبنی رپورٹ افسر مجاز کو اپنی رائے قائم کرنے کیلئے پیش کرے گا۔ دوران انکوائری اگر کسی ملازم کو معطل کرنا ضروری سمجھا جائے تو مندرجہ ذیل وجوہات کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

۱۔ بادی النظر میں مجوزہ کاروائی کی کامیابی کے قوی امکانات ہوں۔

۲۔ جرم کی نوعیت اس قدر سنگین ہو کہ سبکدوشی کے امکانات واضح ہوں اور اگر ایسی صورت میں ملازم کو سروس پر بحال رکھا جائے تو وہ اپنے خلاف انکوائری پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

۳۔ معطلی کے عمل کیلئے قوی وجوہات موجود ہوں۔

اگر ضروری سمجھا جائے تو اس ملازم کو معطل کرنے کے بجائے جبری ر

رخصت پر بھیجا جاسکتا ہے البتہ جبری رخصت یا معطلی کا دورانیہ ایک وقت میں 3 ماہ سے زیادہ نہ ہوگا۔معقول وجوہ کی بناء پر اس دورانیہ میں توسیع ضروری ہو تو افسر مجاز کی پیشگی اجازت سے مزید 3 ماہ کیلئے اس میں توسیع ممکن ہے۔ایک سرکاری ملازم دوران معطلی پوری تنخواہ کا حقدار ہوتا ہے۔

اپیل

کوئی بھی سرکاری ملازم جسے قواعد کے تحت سزا دی گئی ہو،حکم سزا کی وصولی کی تاریخ سے 30 یوم کے اندر مجاز بالا اتھارٹی (Next Higher Authority) کو اپیل کرسکتا ہے جو کہ سزا دینے والی اتھارٹی کے ذریعہ ہوگی۔

اپیل اتھارٹی اگر مناسب سمجھے تو اپیل پر مندرجہ ذیل احکام جاری کرسکتی ہے۔

(الف)۔ انکوائری کے نتائج کو مسترد کرکے ملازم کو بری کرسکتی ہے۔

(ب) مزید تحقیقات یا از سرنو تحقیقات کی ہدایت کرسکتی ہے۔

(ج)۔ نتائج تحقیقات کو بدل کر یا بدلے بغیر سزا میں تخفیف کر سکتی ہے۔البتہ اگر سزا میں اضافہ تجویز کیا گیا ہو تو تحریری حکم کے ذریعہ سرکاری ملازم کو اس سے مطلع کرے گی اور اس کو اظہار وجوہ کا مناسب موقع فراہم کرے گی۔

نظر ثانی(Review)

اگر سزا کا ابتدائی حکم ایسی اتھارٹی نے صادر کیا ہو جس کے اوپر کوئی بالا اتھارٹی نہ ہو تو اس صورت میں اپیل کی بجائے اسی اتھارٹی کے پاس نظر ثانی (Review) کی درخواست دائر کی جاسکتی ہے۔

غیر قانونی حرکت کا ارتکاب(Misconduct)

کسی بھی سرکاری ملازم کے جو افعال غیر قانونی حرکت (Misconduct) کے زمرے میں آتے ہیں ان میں کسی سیاسی تحریک میں حصہ لینا،سرکاری دستاویزات کے مندرجات کو بلا جواز افشا

ل کرنا، اپنے وسائل سے بڑھ کر طرز زندگی اختیار کرنا، حکومت کی طرف سے الاٹ کردہ رہائشی مکان کو کرائے پر دینا، شادی بیاہ پر اپنے وسائل سے بڑھ کر خرچ کرنا، بغیر اجازت نجی ملازمت یا تجارت کرنا، حکومت کی پیشگی منظوری کے بغیر کوئی تحفہ وصول کرنا، اپنے اعزاز میں جلسہ عام کروانا، چندہ طلب کرنا، اخبارات یا رسالہ نکالنا، حکومت کیلئے باعث پریشانی معلومات کی اشاعت، اقربا پروری، پاسداری اور انتقامی کاروائی کرنا اور ذاتی اغراض کیلئے غیر ملکی امداد لینا وغیرہ شامل ہیں۔ قواعد کے تحت کسی سرکاری ملازم کو اس وقت تک (Misconduct) کی سزا نہیں دی جا سکتی جب تک کہ اس کے خلاف الزامات بذریعہ انکوائری ثابت نہ ہو جائیں۔ اس تمام کاروائی میں جواب طلبی اور اظہار وجوہ کا نوٹس دینا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اسے ذاتی سماعت کا موقع بھی دیا جاتا ہے ماسوائے اس کے کہ مجاز آفسر تحفظ پاکستان کے پیش نظر ضروری سمجھے کہ ایسا موقع دینا ضروری نہیں ہے۔

قواعد کے تحت سرکاری ملازمین کے گریڈ کے لحاظ سے درج ذیل افراد کو اتھارٹی و آفسر مجاز مقرر کیا گیا ہے۔

سرکاری ملازم	اتھارٹی	افسر مجاز
1- گریڈ 20 اور اس سے اوپر		چیف
ایگزیکٹو۔ اور صوبوں کے چیف سیکریٹری		
2- گریڈ 17 تا 19	سیکریٹری	
ایسا افسر جس کو اتھارٹی نامزد کرے		
3- گریڈ 16 (سپرینٹنڈنٹ یا انکے مساوی)		سیکریٹری
ایڈیشنل سیکریٹری یا جوائنٹ سیکریٹری		
4- گریڈ 3 تا 15	سیکریٹری	
جوائنٹ سیکریٹری		
(جونیئر اور سینئر کلرک، اسسٹنٹ،		
سٹینوگرافر یا ان کے مساوی)		

5۔ گریڈ 1 تا 2 ڈپٹی سیکریٹری

سیکشن آفسر

(قاصد، نائب قاصد یا ان کے مساوی)

سروس ٹریبونل کے روبرو اپیل

اگر محکمانہ اتھارٹی 90 یوم کے اندر کسی اپیل، عذرداری یا نظر ثانی کا فیصلہ نہ کرے تو اس سے 30 یوم کے اندر ابتدائی حکم کے خلاف، اور اگر محکمانہ اپیل یا عذرداری کا فیصلہ ہو گیا ہو تو اس فیصلہ کے موصول ہونے کے 30 یوم کے اندر سروس ٹریبونل میں اپیل دائر کی جا سکتی ہے البتہ متعلقہ اتھارٹی کے کسی ایسے حکم یا فیصلے کے خلاف جس میں کسی شخص کی کسی خاص اسامی پر تقرری یا کسی بالاتر گریڈ میں ترقی کے بارے میں اس شخص کی موزونیت یا ناموزونیت (Fitness or otherwise) کا تعین کیا گیا ہو، کوئی اپیل دائر نہیں کی جا سکے گی۔ ایسی صورت میں محکمانہ اپیل تو کی جا سکتی ہے تا ہم سروس ٹریبونل میں کوئی اپیل دائر نہیں کی جا سکتی۔ ایک سرکاری ملازم اپنی اپیل رجسٹرار سروس ٹریبونل کو مقررہ اوقات میں اصالتاً یا وکالتاً پیش کر سکتا ہے اور بذریعہ رجسٹری بھی ارسال کر سکتا ہے۔ اپیل کو اختصار کے ساتھ لکھا جائے اور اس میں ہر فریق کا پورا نام، سرکاری عہدہ اور تعیناتی کا مقام درج کیا جائے اور ساتھ مطلوبہ دادرسی واضح طور پر بیان کی جائے۔

اپیل کے ساتھ درج ذیل دستاویزات منسلک کرنا ضروری ہیں۔

(1)۔ اتھارٹی کے حکم کی نقل خواہ اپیل ابتدائی فیصلہ کے خلاف ہو یا اپیل کے فیصلہ کے نتیجے میں ہو۔

(2)۔ ان قواعد، احکامات اور دوسری دستاویزات کی نقول جو وہ اپنی اپیل کی تائید میں پیش کرنا چاہتا ہے۔

(3)۔ اپیل پر ہر اپیل کنندہ کے دستخط یا انگوٹھے کا نشان ہونا چاہیئے۔

(4)۔ اپیل کی تین نقول اپیل کے ساتھ منسلک کی جائینگی اور اسکے علاوہ مسول الیہان کی تعداد کے مطابق مزید نقول بھی منسلک کی جائینگی۔

(5)۔ ضروری کاروائی کے بعد اپیل بغرض ابتدائی سماعت ٹریبونل کے روبرو پیش ہوگی۔

(6)۔ سماعت کیلئے اپیل کی منظوری کے بعد اپیل کنندہ کو مبلغ ایک سو روپے بطور زرِ ضمانت اور خرچہ برائے نوٹس مسئول الیہان سات یوم کے اندر جمع کرانا ہوں گے۔ اپیل دائر کرتے وقت کوئی کورٹ فیس نہیں لگانی پڑتی۔ صوبائی سول ملازمین کیلئے بھی صوبائی قوانین کے تحت تقریباً یہی طریقہ کار رائج ہے۔

متوفی کی جائیداد میں عورت کا حصہ

اسلام نے اپنے قانون میراث کے ذریعے متوفی کے ترکے میں اسکے ورثاء کے حصوں کا تعین کر کے دولت کی منصفانہ تقسیم تنازعات کی روک تھام اور خاندانی تعلقات کی استواری کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ وراثت کے اصول وضوابط قرآن نے خود متعین کئے ہیں جنکی رو سے کسی مرد یا عورت کی وفات کے بعد اسکا متروکہ مال خواہ وہ منقولہ ھو یا غیر منقولہ، اسکے والدین اولاد اور اسکی بیوی یا شوہر کے درمیان ایک مقررہ نسبت کے ساتھ تقسیم کیا جاتا ہے اور اگر والدین اور اولاد نہ ھوں تو اس کے حقیقی، علاتی یعنی باپ شریک (consanguine) اور اخیافی یعنی ماں شریک (uterine) بھائی بہنوں کو حصہ دیا جاتا ہے۔

ورثاء کی قسمیں

سنی قانون کے مطابق ورثاء کی تین قسمیں ھیں (۱) ذوی الفروض

© Copyright www.nayaab.net 2006 ''پاکستان کے بنیادی قوانین'' ﴿حصہ اول﴾ انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006

جنکے حصے مقرر ہیں۔(۲)عصبات جو باقی ماندہ تر کے کے حقدار بنتے ہیں اور (۳) ذوی الارحام جو ذوی الفروض اور عصبات کی غیر موجودگی میں وراثت میں حصہ پاتے ہیں۔

سنی قانون وراثت کے برعکس شیعہ قانون میں عورت کے واسطے کے نسبی رشتہ دار یعنی ذوی الارحام اور بغیر عورت کے واسطے کے نسبی رشتہ دار یعنی عصبات میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا ہے اس وجہ سے انکے ہاں ذوی الارحام ورثاء کی الگ کوئی قسم موجود نہیں ہے۔شیعہ قانون میں نسبی رشتہ داروں کی درجہ بندی اس طرح کی گئی ہے کہ پہلے گروپ میں متوفی کے والدین اور اولاد کو، دوسرے گروپ میں ہر طرح کے دادوں، نانوں، دادیوں، نانیوں اور بھائی بہنوں اور انکی اولاد کو اور تیسرے گروپ میں چچاؤں، ماموؤں، پھوپھیوں، خالاؤں اور انکی اولاد کو شامل کیا گیا ہے اور وراثت کی تقسیم اسطرح کی گئی ہے کہ پہلے گروپ کے ورثاء میں سے ایک بھی وارث موجود ہو تو دوسرے یا تیسرے گروپ کے ورثاء محروم ہو جاتے ہیں۔اسطرح تیسرے گروپ کے ورثاء کو تب حصہ مل سکتا ہے جب پہلے یا دوسرے گروپ کے ورثاء میں سے کوئی وارث موجود نہ ہو اور یہ کہ میاں بیوی، جو کسی صورت میں ایک دوسرے کی وراثت سے محروم نہیں ہوتے، مزکورہ تینوں گروپوں کے نسبی رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنے مقررہ حصے کے حقدار ہوتے ہیں۔اسطرح شیعہ قانون میں سارے ورثاء کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی (۱) ذوی الفروض جنکے حصے مقرر ہیں اور (۲) عصبات جو باقی ماندہ تر کے کے حقدار بنتے ہیں اور چونکہ شیعہ حضرات وراثت میں نیابت کے اُصول کے بھی قائل ہیں اسلئے وراثت کھلنے سے پہلے فوت شدہ بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو اسی حصے کا حقدار قرار دیا گیا ہے جو زندہ ہونے کی صورت میں ان کو ملتا۔مزید وضاحت کیلئے ورثاء کی مذکورہ تین اقسام کا کچھ تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ذوی الفروض

سنی قانون کے مطابق جن ورثاء کے حصے قرآن، سنت یا اجماع امت سے ثابت ہیں انھیں ذوی الفروض کہتے ہیں. انکی کل تعداد تیرہ (۱۳) ہے جن میں سے حسب ذیل نو (۹) عورتیں ہیں. یعنی بیوی، بٹی، پوتی، ماں، دادی، نانی حقیقی بہن، علاتی بہن اور اخیافی بہن جن میں سے دادی، نانی اور پوتی شیعہ قانون کے مطابق ذوی الفروض میں نہیں بلکہ عصبات میں شامل ہیں۔ ترکہ میں سے سب سے پہلے ذوی الفروض کے حصے نکالے جاتے ہیں اور اگر انکے حصے نکالنے کے بعد کچھ مال و جائیداد بچ جائے اور عصبات میں سے کوئی بھی وارث موجود نہ ہو تو اسے بھی میاں بیوی کے علاوہ باقی ذوی الفروض کو انکے مقررہ حصوں کے تناسب سے لوٹایا جائے گا۔

(۲) عصبات

سنی قانون وراثت کے مطابق عصبات متوفّی کے وہ نسبی رشتہ دار ہوتے ہیں جنکے ساتھ اسکا رشتہ کسی عورت کے واسطے سے نہ ہو. عصبات ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں یا انکے حصے نکالنے کے بعد باقی ماندہ ترکے کے حقدار بنتے ہیں اور اگر ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد کچھ نہ بچے تو محروم رہ جاتے ہیں. عصبات سارے مرد ہی ہوتے ہیں البتہ بعض صورتوں میں بعض ذوی الفروض عورتیں بھی بعض دوسرے ورثاء کے ساتھ یا انکی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً حقیقی بہنیں، علاتی بہنیں، بیٹیاں اور پوتیاں اپنے درجے کے بھائیوں، بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ عصبہ بن کر ایک نسبت دو کے تناسب سے حصہ پانے کی حقدار بن جاتی ہیں. اسی طرح حقیقی یا علاتی بہنیں دوسرے عصبات کی غیر موجودگی میں ذوی الفروض بیٹیوں اور پوتیوں کی وجہ سے بھی عصبہ بن کر باقی ماندہ ترکے کی حقدار بن جاتی ہیں ۔ شیعہ قانون کی رو سے ذوی الفروض کے علاوہ باقی

سارے ورثاء عصبات میں شامل ہیں انکے نزدیک بھی حقیقی بہنیں، علاتی بہنیں اور بیٹیاں بعض خاص حالات میں عصبہ بن جاتی ہیں۔

(۳) ذوی الارحام

سنی قانون کے مطابق ذوی الارحام میں وہ ورثاء شامل ہیں جنکا رشتہ متوفی کے ساتھ کسی عورت کے واسطے سے ہو مثلاً بیٹی کی اولاد اور ماں کے ماں باپ یعنی نانا نانی وغیرہ۔ ذوی الارحام تب وراثت کے حقدار بنتے ہیں جب ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی بھی وارث موجود نہ ہو جو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ذوی الارحام کے زمرے میں جو خواتین وراثت کی حقدار بنتی ہیں۔ان میں پہلے درجے میں نواسیاں اور پوتیوں کی بیٹیاں دوسرے درجے میں دادی فاسدہ اور نانی فاسدہ یعنی جنکا رشتہ متوفی کے ساتھ عورت کے واسطے سے ہو، تیسرے درجے میں بہنوں کی بیٹیاں اور چوتھے درجے میں خالائیں شامل ہیں جن میں سے پہلے درجے کی خواتین دوسرے درجے کی خواتین کو دوسرے درجے کی خواتین تیسرے درجے کی خواتین کو اور تیسرے درجے کی خواتین چوتھے درجے کی خواتین کو محروم کر دیتی ہیں۔اور یہ کہ مزکورہ مختلف درجوں کی خواتین اپنے درجے کے مردوں کے ساتھ ایک نسبت دو کے تناسب سے وراثت کی حقدار ہوتی ہیں۔ چونکہ حنفی قانون کے مطابق ذوی الارحام کو وراثت میں حصہ ملنے کے مواقع نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔اور شیعہ قانون میں ذوی الارحام کی الگ کوئی قسم موجود نہیں ہے کیونکہ انکے نزدیک عورت کے واسطے کے نسبی رشتہ دار اور بغیر عورت کے واسطے کے نسبی رشتہ دار اپنے اپنے درجے میں ایک ساتھ بطور عصبہ وراثت کے حقدار ہیں اسلئے اس اجمالی ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے ذوی الفروض اور عصبات کی حیثیت سے وراثت پانے والی خواتین کے حصوں کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

سنی اور شیعہ قانون وراثت کے مطابق عورتوں کا حصہ

جوخواتین متفقہ طور پر ذوی الفروض میں شامل ہیں انکے حصوں میں سنی اور شیعہ قانون میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان کا تعین قرآن نے خود کر دیا ہے البتہ دادی، نانی اور پوتی کے حصوں میں اختلاف ہے اس لیے کہ یہ تینوں خواتین سنی قانون کی رو سے ذوی الفروض میں جب کہ شیعہ قانون کی رو سے عصبات میں شامل ہیں۔ وراثت کی مستحق خواتین کے حصے مختلف حالات میں حسب ذیل ہیں۔

(i) بیوی کا حصہ

میاں بیوی کسی حالت میں ایک دوسرے کی وراثت سے محروم نہیں ہوتے

بیوی کی وراثت کے حسب ذیل دو حالات ہیں:

(ا) اگر اولاد نہ ہو تو بیوی کو شوہر کے ترکے میں ایک چوتھائی (1/4) حصہ ملے گا جو ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

(۲) اگر شوہر نے اولاد چھوڑی ہو خواہ وہ اسی بیوی یا بیویوں کے بطن سے ہو یا کسی اور بیوی یا بیویوں کے بطن سے تو اس صورت میں اس کو یا ان کو آٹھواں (1/8) حصہ ملے گا۔

(ii) بیٹی کا حصہ

بیٹی بھی کسی حالت میں وراثت سے محروم نہیں ہوتی۔ اسکے حصے مختلف صورتوں میں حسب ذیل ہیں:-

ذوی الفروض کی حیثیت سے

ایک بیٹی کو آدھا (1/2) حصہ اور دو یا زیادہ بیٹیوں کو دو تہائی (2/3) حصہ ملے گا۔

عصبہ کی حیثیت سے

اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی موجود ہو تو بیٹی عصبہ بن کر ذوی الفروض سے بچ جانے والے ترکے میں ایک نسبت دو کے تناسب سے حصہ پانے

کی حقدار ہوگی۔

(iii) پوتی کا حصہ

متوفی کا بیٹا بیٹی موجود نہ ہونے کی صورت میں پوتی اور پوتی نہ ہونے کی صورت میں پڑپوتی خواہ کتنے نیچے درجے کی ہو بیٹی کی قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اور اس صورت میں مختلف حالات میں وہ انہی حصوں کی حقدار قرار پاتی ہے جو بیٹی کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ البتہ اگر پوتی کے ساتھ بیٹی بھی موجود ہو تو اس صورت میں پوتی کو چھٹا (1/6) حصہ ملے گا۔ ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں تو سب چھٹے حصے میں شریک ہونگی۔ تاہم اگر ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں یا بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی موجود ہو یا پوتی کے ساتھ پوتا بھی موجود ہو تو پوتی وراثت سے محروم ہو جائے گی۔ شیعہ قانون میں اولاد ماں باپ کی قائم مقام قرار دیئے جانے کی وجہ سے دادا، دادی یا نانانانی کی جائیداد میں اسی حصے کی حقدار قرار پاتی ہے جو ان کی ماں یا باپ کو زندہ ہونے کی صورت میں ملتا۔ اس لحاظ سے پوتی باپ کی قائم مقام ہونے کی وجہ سے بطور عصبہ ایک ہونے کی صورت میں باپ کے پورے حصے کی اور اگر ساتھ پوتا بھی ہو تو ایک نسبت دو کے تناسب سے اپنے حصے کی حقدار ہوگی۔ ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں تو باپ کا حصہ ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

(iv) ماں کا حصہ

ماں بھی کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کبھی وراثت سے محروم نہیں ہوتی۔ اس کی وراثت کے حسب ذیل دو حالات ہیں:

(۱) متوفی کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہونے کی صورت میں اور اسی طرح کم از کم دو بھائی بہن موجود ہونے کی صورت میں خواہ وہ حقیقی ہوں یا اخیافی یا علاتی اور خواہ صرف بھائی ہوں یا بہنیں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(۲) اولاد یا بہن بھائی موجود نہ ہونے کی صورت میں ماں کو متوفی کی جائیداد میں ایک تہائی 1/3 حصہ ملے گا۔ اسی طرح اگر متوفی کی بیوی اور ماں باپ دونوں موجود ہوں تو بھی بیوی کا مقررہ حصہ نکالنے کے بعد باقی

ماندہ تر کے کا ایک تہائی (1/3) ماں کو ملے گا۔

(v) دادی اور نانی کا حصہ

سنی قانون وراثت میں دادی اور نانی دونوں کی میراث کے حالات یکساں اور حصے برابر ہیں اس لیے دونوں کے حصوں کا ایک ہی ساتھ ذکر کیا جاتا ہے .دادی کا اطلاق باپ کی ماں کے علاوہ دادا کی ماں اور دادی کی ماں پر بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح نانی کا اطلاق ماں کی ماں کے علاوہ ماں کی نانی پر بھی ہوتا ہے .دادی اور نانی کیلئے میراث میں چھٹا حصہ مقرر ہے۔ ایک پشت کی دادیاں اگر ایک سے زائد ہوں تو سب چھٹے حصے میں شریک ہونگی .اسی طرح اگر نانی یا نانیاں بھی اسی پشت کی موجود ہوں تو وہ بھی دادیوں کے ساتھ اسی چھٹے حصے میں شریک ہونگی .تاہم اگر متوفی کی ماں یا باپ یا قریب درجے کی دادی نانی یا دادا موجود ہو تو دادی میراث سے محروم ہو جاتی ہے البتہ نانی صرف ماں یا قریب درجے کی دادی یا نانی کی موجودگی میں میراث سے محروم ہوتی ہے شیعہ قانون کے مطابق ہر طرح کی دادیاں اور نانیاں عصبات میں شامل ہیں اور دوسرے درجے کے ورثاء میں شامل ہونے کی وجہ سے تب وراثت کی حقدار بنتیں جب پہلے درجے کے ورثاء یعنی والدین اور اولاد موجود نہ ہوں .دادے دادیاں اور نانے نانیاں دونوں موجود ہوں تو دادے دادیوں کو دو تہائی یعنی 2/3 اور نانے نانیوں کو ایک تہائی یعنی 1/3 حصہ ملے گا جو انکے درمیان ایک نسبت دو کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا .اسی طرح اگر متوفی کے بہن بھائی یا انکی اولاد بھی موجود ہو تو دادیوں اور نانیوں کو بہن کا درجہ دیکر حصہ دیا جاتا ہے۔

All rights reserved. ©2002-2006

(vi) حقیقی بہن کا حصہ

حقیقی بہن کی وراثت کے حسب ذیل دو حالات ہیں:۔

ذوی الفروض کی حیثیت سے

اگر متوفی کی بیٹی یا پوتی خواہ کتنے نیچے درجے کی ہو موجود نہ ہو تو ایک حقیقی بہن کو ترکے کا آدھا یعنی 1/2 حصہ ملے گا اور اگر دو یا زیادہ حقیقی بہنیں ہوں تو سب دو تہائی یعنی 2/3 میں شریک ہونگی۔

عصبہ کی حیثیت سے

اگر متوفی کی بیٹی بیٹیاں یا پوتی پوتیاں بھی موجود ہوں تو بہن یا بہنیں عصبہ بن کر مذکورہ ذوی الفروض بیٹیوں یا پوتیوں سے بچ جانے والے باقی ماندہ ترکے کی حقدار ہونگی اور اگر حقیقی بھائی بھی موجود ہو تو حقیقی بہنیں اسکے ساتھ عصبہ بن کر ذوی الفروض سے بچ جانے والے ترکے میں ایک نسبت دو کے تناسب سے اپنے حصے کی حقدار ہونگی۔البتہ اگر متوفی کا باپ دادا یا بیٹا یا پوتا بھی موجود ہو تو بہنیں محروم ہو جائیں گی۔

(vii) علاتی بہن کا حصہ

اگر متوفی کی حقیقی بہن موجود نہ ہو تو علاتی یا باپ شریک بہن اسکی قائم مقام ہو جائے گی اور اس صورت میں اسکی میراث کے وہی حصے ہونگے جو حقیقی بہن کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔البتہ اگر ایک حقیقی بہن بھی موجود ہو تو ایک یا زیادہ علاتی بہنوں کو چھٹا (1/6) حصہ ملے گا۔تاہم دو یا زیادہ حقیقی بہنیں یا بیٹا یا پوتا یا باپ دادا موجود ہونے کی صورت میں علاتی بہنیں وارث سے محروم ہو جائیں گی۔اسی طرح اگر حقیقی بہن بھائی دونوں موجود ہوں تو بھی علاتی بہنیں وراثت سے محروم ہو جائیں گی۔

(viii) اخیافی بہن کا حصہ

اخیافی یا ماں شریک بہن وراثت کی حقدار تب بنتی ہے جب متوفی کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی خواہ کتنے نیچے درجے کی ہو موجود نہ ہو اور نہ باپ دادا میں سے کوئی موجود ہو۔ اسکی وراثت کے دو حالات ہیں۔ اگر ایک اخیافی بہن ہو اور ساتھ کوئی بھائی نہ ہو تو وہ چھٹے حصے (1/6) کی حقدار ہوگی۔ لیکن اگر دو یا زیادہ بہنیں ہوں یا ایک بہن ایک بھائی یا زیادہ بہن بھائی ہوں تو سب ایک تہائی حصے 1/3 میں برابر کے حصے دار ہونگے۔

یتیم پوتی اور یتیم نواسی کا حصہ

مسلم فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ کی دفعہ ۴ کے مطابق یتیم پوتوں، پوتیوں اور نواسوں، نواسیوں کو دادا دادی یا نانا نانی کے ترکے میں وہی حصہ ملے گا جو انکی ماں یا باپ کو زندہ ہونے کی صورت میں ملتا۔ سنی قانون وراثت کے مطابق یتیم پوتوں، پوتیوں یا نواسوں، نواسیوں کے لیے دادا، دادی یا نانا نانی کی میراث میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ البتہ ایسے محروم الارث رشتہ داروں کیلئے متوفی کو وصیت کرنے کی ھدایت کی گئی ہے۔ سنی علماء کی متفقہ رائے کے مطابق وراثت کا سوال مورث کی وفات کے بعد پیدا ہوتا ہے اور وراثت کے شرعی اصول کے مطابق متوفی کا ترکہ صرف انہی رشتہ داروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جو اس کی وفات کے وقت زندہ موجود ہوں لہذا یتیم پوتوں، پوتیوں اور نواسوں، نواسیوں کو مذکورہ قانون کے مطابق حصہ دلانا شریعت کے احکام کی رو سے درست نہیں ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے بھی مقدمہ اللہ رکھا بنام فیڈریشن آف پاکستان (پی ایل جے ۲۰۰۰۔۳۶) میں مذکورہ قانون کی دفعہ ۴ کو اسلامی احکامات کے منافی قرار دیا ہے اور ملکی معاشرتی حالات کے پیشِ نظر ایسے یتیموں کے معاشی مسائل کے حل کیلئے لازمی وصیت کا حکم دیا ہے جو ترکے کی ایک تہائی اور متعلقہ یتیموں کے ممکنہ حصے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ چونکہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ سپریم کورٹ میں زیرِ اپیل ہے لہذا مذکورہ فیصلے کو حتمی حیثیت حاصل نہیں ہے اور فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ کی دفعہ ۴ اب تک رائج الوقت قانون کی حیثیت سے نافذ العمل ہے۔

خواتین کیلئے قانونی تحفظات۔

وراثت کا قانون شخصی قانون کی حیثیت سے ھمارے ملک میں نافذ العمل ہے اسکے باوجود خواتین کومختلف حیلوں بہانوں سے انکے حق وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے جن میں زیادہ مروج طریقہ خصوصا دیہاتوں میں یہ ہے کہ خواتین خصوصا بہنوں سے ان کا حصہ میراث معاف کروالیا جاتا ہے جس پر انھیں معاشرتی روایات کے مطابق بھائیوں کی ناراضگی اور لوگوں کی طعن وتشنیع سے بچنے کیلئے عموما خاموش رھنا پڑتا ہے۔ انہی حالات کے پیش نظر سپریم کورٹ نے مقدمہ غلام علی بنام مسز غلام سرور نقوی (پی۔ایل۔ڈی ۱۹۹۰ سپریم کورٹ ۱) میں جائیداد بہنوں کے نام منتقل کرنے سے پہلے ان سے انکا حصہ میراث معاف کروانے کو غیرشرعی غیرقانونی اور غیر اخلاقی فعل قرار دیا ہے کیونکہ اس کے لئے انھیں عموما معاشرتی رواج کے تحت مجبور ھونا پڑتا ہے اور یہ کہ بہنوں کے نان و نفقے اور انکی شادی بیاہ کے اخراجات برداشت کرنے کی وجہ سے انھیں انکے حق میراث سے محروم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ والدین اور بھائیوں کی شرعی ذمہ داری میں آتا ہے جسکے لئے وہ کسی قسم کے معاوضے کے حقدار نہیں ہیں۔ موقر عدالت نے یہ بھی قرار دیا ہے کہ یہ متعلقہ اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ متوفی کی جائیداد اسکے تمام شرعی ورثاء کے نام منتقل کرنے کا بندوبست کریں۔ اسکے بعد کوئی اپنی جائیداد کسی کو فروخت یا ھبہ کرنا چاھے تو کرسکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی حقوق اور خواتین کی حقوق کی تنظیمیں اور دیگر متعلقہ ادارے زیادہ موثر لائحہ عمل کے ذریعے خواتین میں اور خصوصا دیہاتی خواتین میں انکے حقوق میراث سے متعلق آگاھی پیدا کریں جیسا کہ موقر عدالت نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے۔